ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 23 شمارہ 07 جنوری 2026ء - رجب المرجب 1447ھ

جلد 23 شمارہ 07

جنوری 2026ء - رجب المرجب 1447ھ

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود
Y%g *Ni

فی شمارہ.................. 50 روپے

سالانہ.................. 500 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 500 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ”التبلیغ“ حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچھٹرا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

مولانا عبدالسلام صاحب - 0333-5365831

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال......جائزقوانین کی خلاف ورزی کا گناہ ونقصان........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ نساء: قسط6)..............................تقسیمِ میراث اورغیروارثوں
کودینے کا حکم..// // 8

درسِ حدیث......................حجاج بن یوسف (قسط:6)..................// // 13

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات...مفتی محمد رضوان 20

علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،
کتب، مختصرتعارف (سینتیسواں حصہ)..................................مفتی غلام بلال 28

تذکرۂ اولیاء:....................................عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت
کے جدید دنیا پر اثرات (حصہ:2)..مولانا محمد ریحان 32

پیارے بچو!.....................جلتی کلاس اور بجھتی سانسیں..................// // 34

بزمِ خواتین....زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ16)....مفتی طلحہ مدثر 36

آپ کے دینی مسائل کا حل.........................گناہ پر اعانت اور گناہ
کے سبب کی تحقیق (چھٹی وآخری قسط)...ادارہ 39

کیاآپ جانتے ہیں؟..."رسومِ افتاء واصولِ افتاء" پر کلام (قسط11)....مفتی محمد رضوان 49

عبرت کدہ ....حضرت حزقیل علیہ السلام (تیسری وآخری قسط)....مولانا طارق محمود 55

طب وصحت..........سینہ اوراس کے متعلقہ امراض..........حکیم مفتی محمد ناصر 57

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز..........................// // 59

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

ملکی جائز قوانین کی خلاف ورزی کا گناہ ونقصان

ہمارے یہاں ایک مدت سے اس طرح کا ماحول بن گیا ہے کہ اپنے اور دوسرے ممالک کے جائز قوانین پر عمل کرنے کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، اور ایسے قوانین جو عوام کی مصلحت کے لئے بنائے جاتے اور مقرر کئے جاتے ہیں، ان کی دین کے رنگ میں خلاف ورزی کو اہم عبادت اور شجاعت تصور کیا جاتا ہے، جہاں دین کا رنگ نہیں، ان کو تو کیا اہمیت دی جائے گی۔

حالانکہ شرعی وفقہی اعتبار سے کسی بھی ملک کے جائز قوانین پر عمل درآمد کرنا، ضروری اور ان کی خلاف ورزی گناہ کہلاتی ہے۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''وعدہ صرف زبانی نہیں ہوتا بلکہ وعدہ عملی بھی ہوتا ہے، مثلاً ایک شخص ایک ملک میں بطور باشندے کے رہتا ہے، تو وہ شخص عملاً اس حکومت سے وعدہ کرتا ہے کہ میں آپ کے ملک کے قوانین کی پابندی کروں گا، لہٰذا اب اس شخص پر اس وعدے کی پابندی کرنا واجب ہے، جب تک اس ملک کا قانون اس کو کسی گناہ پر مجبور نہ کرے۔اسی طرح جب آپ ویزہ لے کر دوسرے ملک جاتے ہیں، چاہے وہ غیر مسلم ملک ہو، مثلاً امریکہ، یا یورپ ویزا لے کر چلے گئے، یہ ویزہ لینا عملاً ایک وعدہ ہے کہ ہم اس ملک کے قوانین کی پابندی کریں گے، جب تک وہ قانون کسی گناہ پر مجبور نہ کرے، ہاں اگر وہ قانون کسی گناہ پر مجبور کرے، تو پھر اس قانون کی پابندی جائز نہیں۔

لیکن اگر کوئی قانون ایسا ہے، جو آپ کو گناہ اور معصیت پر مجبور نہیں کر رہا ہے، اس قانون کی پابندی اس لئے واجب ہے کہ آپ نے عملاً اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ میں اس ملک کے قانون کی پابندی کروں گا (مزید فرماتے ہیں) ہر حکومت کا ہر

www.idaraghufran.org

شہری، چاہے حکومت مسلمانوں کی ہو، یا غیر مسلم حکومت ہو، عملاً اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ وہ اس ملک کے قانون کی پابندی کرے گا، جب تک وہ قانون کسی گناہ پر مجبور نہ کرے۔

اسی طرح جب آپ ویزہ لے کر دوسرے ملک جاتے ہیں، چاہے وہ غیر مسلم ملک ہو، مثلاً ہندوستان، امریکہ، یا یورپ ویزہ لے کر چلے گئے، یہ ویزہ لینا عملاً ایک وعدہ ہے کہ ہم حتی الامکان اس ملک کے قوانین کی پابندی کریں گے، جب تک وہ قانون کسی گناہ پر مجبور نہ کرے (مزید فرماتے ہیں) مثلاً ٹریفک کا قانون ہے کہ دائیں طرف چلو، یا یہ قانون ہے کہ جب سگنل کی لال بتی جلے، تو رک جاؤ، اور جب سبز بتی جلے، تو چل پڑو، اب ایک شہری ہونے کی حیثیت سے آپ نے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ ان قوانین کی پابندی کروں گا، لہٰذا اگر کوئی شخص ان قوانین کی پابندی نہ کرے، تو یہ وعدہ خلافی ہے، اور گناہ ہے۔

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ٹریفک کے قوانین کی خلاف ورزی کرلی، تو اس میں گناہ کی کیا بات ہے؟ یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بڑا سیانہ اور ہوشیار جتانے کے لئے خلاف ورزی بھی کر رہا ہے اور قانون کی گرفت میں بھی نہیں آرہا ہے۔

یاد رکھئے! یہ کئی اعتبار سے گناہ ہے، ایک تو اس حیثیت سے گناہ ہے کہ یہ وعدہ کی خلاف ورزی ہے، دوسرے اس حیثیت سے بھی گناہ ہے کہ یہ قوانین تو اس لئے بنائے گئے ہیں تاکہ نظم وضبط پیدا ہو، اور اس کے ذریعہ سے ایک دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہنچانے کے راستے بند ہوں، لہٰذا اگر آپ نے قانون کی خلاف ورزی کی اور اس سے کسی کو نقصان پہنچ گیا، تو اس نقصان کی دنیا وآخرت کی ذمہ داری آپ پر ہوگی'' (اصلاحی خطبات جلد سوم، صفحہ نمبر ۱۶۸، تا ۱۷۰، ملخصاً، مطبوعہ: میمن اسلامک پبلیشرز، کراچی، تاریخِ اشاعت ۱۹۹۳ء)

جائز قوانین کی پابندی کا حکم، ان احادیث سے بھی ثابت ہے، جن میں حکمرانوں کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جب تک وہ حکم کسی گناہ کے ارتکاب کا باعث نہ بنے۔

www.idaraghufran.org

جہاں تک ٹریفک قوانین کی پابندی کا تعلق ہے،تو ٹریفک قوانین کی پابندی ایک تو اس لئے ضروری ہے کہ ٹریفک قوانین حکومت کی طرف سے بنائے گئے جائز ومفید قوانین کا حصہ ہیں،جن کی پابندی کی شریعت نے عوام کو بہت تاکیدی حکم دیا ہے۔

دوسرے اس وجہ سے کہ لائسنس کے اجراء کے وقت چونکہ لائسنس ہولڈر کو ٹریفک قوانین کے التزام کی تعلیم دی جاتی ہے، جو درحقیقت ان قوانین کی پابندی کا عہد ومعاہدہ ہے،اور اس کی خلاف ورزی گناہ ہے۔

تیسرے اس وجہ سے کہ ٹریفک قوانین چونکہ عوامی مصلحت پر مبنی ہیں،جن کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں مختلف حادثات پیش آنے کا خدشہ ہوتا ہے،جن میں اس کی اپنا جانی ومالی نقصان ہوسکتا ہے،یا اس کی وجہ سے کسی دوسرے کا نقصان ہوسکتا ہے۔

پس ٹریفک قوانین کی خلاف وزی، یا راستوں پر ایسی حرکات وسکنات، جو راہ گیروں کی تکلیف و پریشانی کا باعث ہوں، جیسے تیز رفتاری، سڑک پر ریس لگانا، خطرناک طریقہ سے اُورٹیک کرنا، بلاضرورت تیز ہارن بجانا، اشارہ توڑنا، غیر قانونی روکاوٹیں کھڑی کرنا، غیر قانونی سپیڈ بریکرز لگانا اور وَن ویلنگ، اور بے جا مقامات پر گاڑی کھڑی اور پارک کرنا وغیرہ قانوناً جرم اور شرعاً گناہ ہے۔

اسی طرح دوسرے شعبوں میں جائز ومصلحت پر مبنی قوانین کی خلاف ورزی کا بھی حکم ہے۔

جیسا کہ راستوں کے اردگرد کچھ جگہ فٹ پاتھ کے عنوان سے چھوڑی جاتی ہے،جس کا مقصد پیدل چلنے والوں کو گذرنے کا راستہ فراہم کرنا ہوتا ہے،تاکہ پیدل چلنے والے لوگ کسی رکاوٹ کے بغیر بآسانی گذر سکیں،اور راستہ کے درمیان سے گذرنے والی تیز رفتار گاڑیوں کو گذرنے میں بھی مشکلات پیدا نہ ہوں،اب راستہ کے فٹ پاتھ والے حصہ پر اپنا سامان رکھ کر راستہ روک دینا،یا پختہ تھڑے بنا کر ان پر اپنا قبضہ جما لینا، قانونی وشرعی اعتبار سے بھی گناہ ہے۔

لیکن افسوس کہ ہمارے یہاں اس کی خلاف ورزی کو گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا، بلکہ بعض دوکاندار تو اپنی دوکان کے سامنے فٹ پاتھ والی جگہ کو کرایہ پر دے کر اس کو نفع بخش کاروبار تصور کرتے ہیں،حالانکہ یہ جگہ ان کی ملکیت نہیں، بلکہ عام گذرنے والے لوگوں کا مشترکہ اور اجتماعی حق ہے،اس لئے جہاں

فٹ پاتھ پر گذرنے والوں کی گذرگاہ میں رکاوٹ پیدا کرنا گناہ اور حرام فعل ہے، اسی طرح اس جگہ کو کرایہ پر دے کر مال کمانا بھی گناہ، اور حرام ہے۔

اسی طرح راستوں اور گذرگاہوں میں کسی دوسرے طریقہ پر ایسے انداز میں تجاوز کرنا بھی گناہ ہے، جس کی وجہ سے گذرنے والوں کو تکلیف لاحق ہو۔

اور اسی طرح عام راستوں اور گذرگاہوں میں غمی وخوشی کی تقریبات منعقد کر کے لوگوں کے لیے مشکلات پیدا کرنا بھی گناہ ہے۔

اور اسی طرح شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات میں اسلحہ، اور آتش بازی اور شور شرابہ ڈالنا، جس سے اہلِ علاقہ کو تکلیف پہنچے، یہ بھی گناہ ہے، جس کی شرعی وقانونی اعتبار سے اجازت نہیں۔

اور اسی طرح مثلاً بعض جگہ موٹر لگا کر لائن سے پانی، یا گیس کھینچنا قانونی طور پر ممنوع ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے دوسرے اہلِ محلّہ وعلاقہ کی حق تلفی لازم آتی ہے کہ ان کے یہاں بالکل پانی، یا گیس نہیں پہنچ پاتی، تو اس قانون پر عمل کرنا بھی شرعی اعتبار سے ضروری ہے، اور اس کی خلاف ورزی کے لئے پیش کیے جانے والے حیلوں، بہانوں کا شریعت اعتبار نہیں کرتی۔

اور اسی طرح مثلاً جب ٹرین کسی اسٹیشن پر کھڑی ہو، تو اس وقت اس کے بیت الخلاء کو استعمال کرنا قانونی اعتبار سے ممنوع ہے، تاکہ وہاں پر موجود لوگوں کی تکلیف کا باعث نہ بنے، اور اس طرح کی ہدایات تحریری طور پر ٹرینوں کے بیت الخلاء کے باہر بھی لکھی ہوتی ہیں، تو ان ہدایات وقوانین کی خلاف ورزی شرعی اعتبار سے بھی گناہ ہے۔

اور اسی طرح مثلاً جن چیزوں کو دوسرے ممالک سے اپنے ملک میں خفیہ طور پر منتقل کرنا منع ہے، ان کو غیر قانونی طریقہ پر منتقل کرنا بھی گناہ ہے، جس کو ناجائز سمگلنگ کہا جاتا ہے۔

اسی طرح جب کسی دوسرے ملک میں انسان کوئی ویزا لے کر جاتا ہے، تو ویزا بھی مخصوص شرائط کے ساتھ جاری کیا جاتا ہے، جس میں بہت سے جائز قوانین کی پاسداری کا عہد ومعاہدہ ہوتا ہے، جیسا کہ آج کل حج وعمرہ کرنے کے لئے سعودی عرب جانے، اور حرمین شریفین میں داخل ہونے والوں کے لئے کئی جائز قوانین عوام کی مصلحت پر مبنی بنادیئے گئے ہیں، جن میں مطاف اور حرم

شریف اور روضہ مبارکہ،اور ریاض الجنہ میں داخل ہونے سے متعلق بھی کچھ پابندیاں شامل ہیں،مثلاً احرام کے بغیر حرم شریف کے مخصوص حصہ میں داخل نہ ہونے کی پابندی لازم کی گئی ہے،تاکہ احرام والوں کو غیر احرام والے لوگوں کی وجہ سے اپنے عمرہ وغیرہ کے مناسک واحکام اداء کرنے میں مشکل پیش نہ آئے،تو اس طرح کے جائز قوانین کی دھوکہ دہی وغیرہ کا ارتکاب کرکے خلاف ورزی کرنا شرعاً بھی گناہ ہے،لیکن بہت سے لوگ حرمین شریفین جیسے متبرک ومعظم مقامات پر بھی اس طرح کے گناہ کا کثرت سے ارتکاب کرتے ہیں،اوراس کو گناہ نہیں سمجھتے۔

بعض لوگوں کی حالت مزید ناگفتہ بہ ہے کہ ایک طرف تو وہ جائز قوانین کی خلاف ورزی کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں،دوسری طرف وہ اس مقصد کے لئے بسااوقات قولی،یافعلی جھوٹ اوردھوکہ دہی کے بھی مرتکب ہوتے ہیں،اوربعض اوقات اس کام کے لئے رشوت دینے کا بھی ارتکاب کرتے ہیں،جیسا کہ راستوں میں ناجائز تجاوزات کے لئے بھتہ بھی دیتے ہیں،اوراس طرح کئی کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرکے بےفکر رہتے ہیں،اوراپنی نماز،نوافل،تہجد،روزہ اور تلاوت اور ذکرواذکار کے معمولات کا حساب لگا کر اپنے آپ کو دین داراور متقی بھی تصور کرتے ہیں، بلکہ بعض لوگ تو آج کل کے پیروں سے خلافت بھی حاصل کرلیتے ہیں۔

جبکہ گناہوں کو چھوڑے بغیر متقی ہونے کا تصور بہت مشکل ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس ملک میں جائز قوانین کی پابندی نہیں کی جاتی،وہاں کے امن سکون اور ترقی میں بھی بہت زیادہ خلل واقع ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کفار کے جن ملکوں میں وہاں کے جائز قوانین پر سختی کے ساتھ عمل ہوتا ہے،وہاں فتنے وفسادات کم رونما ہوتے ہیں،اور ملک میں معاشی اعتبار سے خوب ترقی ہوتی ہے،اورلوگوں کوایک دوسرے کو تکلیف پہنچائے بغیر پرسکون طریقہ پر زندگی گزارنا آسان ہوتا ہے۔

ان جیسی وجوہات کی بناء پر ضروری ہے کہ حکومت اور کسی بھی ادارہ ومحکمہ کی طرف سے مقرر کردہ جائز قوانین وپابندیوں کو شرعی اعتبار سے بھی واجبی حکم سمجھ کر ان پر عمل کیا جائے،اوراپنے آپ کو دنیا وآخرت کے مجرم ہونے سے بچایا جائے۔اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

درسِ قرآن(سورہ نساء: قسط:06، آیت نمبر09تا10) مفتی محمد رضوان

تقسیمِ میراث اور غیر وارثوں کو دینے کا حکم

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (8) وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (9) اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (10)(سورة النساء)

ترجمہ: اور جب حاضر ہوں (وراثت کی) تقسیم کے وقت، قرابت والے، اور یتیم اور مساکین، تو رزق دے دو تم ان کو، اس (مالِ وراثت) میں سے، اور کہو تم ان کو اچھی بات (8) اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ جو اگر چھوڑ جائیں اپنے پیچھے، کمزور اولاد، ڈریں ان پر، پس چاہیے کہ ڈریں وہ اللہ سے اور چاہیے کہ کہیں وہ درست بات (9) بے شک وہ لوگ جو کھاتے ہیں یتیموں کے اموال کو ظلم کر کے، بس کھاتے ہیں وہ، اپنے پیٹوں میں آگ کو، اور عنقریب داخل ہوں گے وہ بھڑکتی آگ میں (10)(سورہ نساء)

تفسیر وتشریح

اس سے پہلی آیت میں ترکہ اور میراث کے مستحقین کا اصولی بیان تھا، اب اس آیت میں میراث کے مستحقین کے علاوہ دوسرے رشتہ دار اور ضرورت مند افراد کے ساتھ اخلاقی سلوک اور احسان کا حکم دیا گیا ہے کہ جب میراث کی تقسیم کے وقت ایسے غریب رشتہ دار بھی حاضر ہو جائیں جن کا میراث میں کوئی حق نہیں اور یتیم اور فقیر بھی اس وقت اس پر امید جمع ہو جائیں کہ شاید اس موقع پر اہلِ خیر ہماری بھی کچھ مدد کر دیں گے، تو یہ حکم دیا گیا کہ اس موقع پر تم ان کو بھی تبرع کے طور پر بالغ وارثوں کے حصہ میں سے کچھ دے دیا کرو، اور اگر وارث اس پر راضی نہ ہوں، یا وہ یتیم اور نابالغ

ہوں، یا ان کو ملنے والا مال کم ہو، یا بالکل بھی نہ ہو، تو ان اقرباء، غرباء اور مساکین سے معقول اور نرم بات کہہ کر ان کو رخصت کردو، یعنی نرمی سے یہ عذر کردو کہ یہ مال یتیموں کا ہے ہم اس کے مالک نہیں، اس لیے ہم مجبور اور معذور ہیں، سختی سے ان کو جواب نہ دیا جائے، بلکہ نرمی سے عذر کیا جائے۔

پھر اکثر حضرات کے نزدیک غیر وارثوں کی مدد کرنے کا یہ حکم مستحب درجہ کا ہے، اور بعض علماء کے نزدیک یہ حکم واجب درجہ کا ہے۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَإِذَا حَضَرَ القِسْمَةَ أُولُو القُرْبَى وَاليَتَامَى وَالمَسَاكِينُ، قَالَ :هِيَ مُحْكَمَةٌ وَلَيْسَتْ بِمَنْسُوخَةٍ (صحيح البخاري، رقم الحديث ۴۵۷۶)

ترجمہ: ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (سورہ نساء کی) یہ آیت:

”وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ“

محکم ہے، اور یہ منسوخ نہیں ہے (بخاری)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ "وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا) قَالَ :يُرْضَخُ لَهُمْ فَإِنْ كَانَ فِي الْمَالِ تَقْصِيرٌ اعْتُذِرَ إِلَيْهِمْ

(المستدرک للحاکم، رقم الحديث ۳۱۸۳)[1]

ترجمہ: ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اللہ عزوجل نے کے اس فرمان:

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۔

کے متعلق فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان (رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں) کو بھی

---

[1] قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ
وقال الذهبي: صحيح.

www.idaraghufran.org

کچھ دے دو، پھر اگر مال میں کچھ کمی ہو، تو ان سے عذر کر دو (حاکم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ، وَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ هُوَ لِمَنْ أَعْطٰى مِنْهُ الْمِسْكِيْنَ، وَالْيَتِيْمَ، وَابْنَ السَّبِيْلِ (صحيح مسلم،رقم الحديث ١٠٥٢ "١٢٣" باب تخوف ما يخرج من زهرة الدنيا،مسند احمد، رقم الحديث ١١٨٦٥)

ترجمہ: اور بے شک یہ مال سرسبز و شاداب اور میٹھا ہے اور اس مسلمان کا اچھا ساتھی ہے، جو اس میں سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو دیتا ہے (مسلم)

بہر حال مذکورہ آیت میں یہ ہدایت دی گئی کہ میراث کی تقسیم کے وقت اگر کچھ دور کے رشتہ دار، اور یتیم، اور مسکین وغیرہ حاضر ہو جائیں، جن کا اس میراث میں کوئی حصہ شرعی ضابطہ وقاعدہ کے مطابق مقرر نہیں ہے، تو ان کے حاضر ہو جانے سے بالغ وارثوں کو تنگ دل نہیں ہونا چاہیے، بلکہ جو مال اللہ تعالیٰ نے انہیں بطور میراث بلا محنت عطاء فرمایا ہے، اس میں سے بطور شکرانہ ان کو کچھ دے دینا بہتر ہے، جس کی وجہ سے ان دور کے رشتہ داروں کی دل شکنی کا ازالہ بھی ہو جائے گا، اور ان کی حوصلہ افزائی بھی ہو جائے گی، اور آئندہ کے لئے اچھا تعلق برقرار رکھنے میں مدد بھی حاصل ہوگی، جس میں فوت ہونے والے کا وہ پوتا بھی شامل ہے، جس کا والد اپنے باپ کی زندگی میں فوت ہو گیا تھا، اور فوت ہونے والے کے دوسرے بیٹے کے زندہ ہونے کی وجہ سے شرعاً اس پوتے کو میراث نہیں ملتی۔

اور اسی طرح اس موقع پر حاضر ہونے والے یتیم، اور مسکین کو بھی کچھ دے دیا جائے، تو یہ عظیم صدقہ شمار ہو کر میراث سے حاصل شدہ مال میں برکت کا باعث ہوگا۔

پھر اگلی آیت میں فرمایا کہ چاہیے کہ اللہ سے ڈریں کہ اگر وہ اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑ جاتے، جن کے ضائع ہونے کا ان کو خوف اور خطرہ ہوتا، تو کیا ہوتا، پس اس موقع پر حاضر ہونے والے غیر وارث رشتہ دار، یتیم، اور مسکین کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کریں جو اپنے بعد اپنی اولاد کے لیے پسند کرتے ہیں، یعنی ان کو چاہیے کہ اللہ سے ڈریں، اور یتیموں اور مسکینوں کی دل آزاری سے بچیں اور زبان سے درست بات کہیں، جس سے ان کی تسلی ہو جائے، خواہ اس وجہ سے کہ ان کو دینے کے

لئے مال موجود نہیں، یا فوت ہونے والے کے وارث نابالغ، یا مجنون ہیں، جن کا مال کسی غیر وارث کو دینا، اور صدقہ کرنا سرے سے جائز ہی نہیں، یا جو مال دوسروں کو دیا جارہا ہے، اس کی مقدار تھوڑی ہے، جو دوسرے کو کم محسوس ہورہی ہے، سب صورتوں میں ان کو نرم اور خیر خواہانہ بات کہہ کر افہام وتفہیم کردینی چاہیے، اور ڈانٹ ڈپٹ کرکے بے جا دل شکنی سے بچنا چاہیے۔

جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ (سورة الضحى، رقم الآية ٩)

ترجمہ: پس یتیم پر قہر (وسختی) نہ کیجیے (سورہ ضحیٰ)

پھر اس کے بعد اگلی آیت میں فرمایا کہ جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاجاتے ہیں، تو وہ دراصل یہ مال کھا کر اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور یہ لوگ ضرور داخل ہوں گے دھکتی ہوئی آگ میں، یعنی اللہ تعالیٰ ان کو یتیموں کا ناحق مال کھانے کی سزا میں آگ کھلائے گا۔

یتیموں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔

مذکورہ آیات سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ فوت ہونے والے کی میراث کو اس کے وارثوں میں اللہ سے ڈرتے ہوئے تقسیم کرنے کا حکم ہے، جس پر جلد از جلد عمل کرنا چاہیے۔

آج کل میراث کی تقسیم میں بہت کوتاہی کی جانے لگی ہے، پہلی کوتاہی تو میراث کی تقسیم سے قبل ترکہ میں یہ ہوتی ہے کہ فوت ہونے کے بعد اس کے ترکہ کے شرعی حقوق کی ادائیگی کا صحیح اہتمام نہیں ہوتا، نہ تو کفن دفن وغیرہ کے اخراجات میں شرعی تقاضوں کی رعایت کی جاتی، بلکہ فوتگی کے عنوان سے انجام دی جانے والی رسموں اور بدعتوں میں فوت ہونے والے کے متروکہ مال کا بڑا حصہ استعمال کرکے ''نیکی برباد، گناہ لازم'' کا مصداق بنا جاتا ہے۔

اور نہ ہی فوت ہونے والے کے ذمہ میں قرض ودین، اور حقوق العباد کی ادائیگی کی فکر ہوتی، اگر کسی کو فکر ہوتی ہے، تو صرف رسمی انداز میں ایک مرتبہ نمازِ جنازہ وغیرہ کے موقع پر رسمی اعلان کو کافی سمجھا جاتا ہے، لیکن حقوق العباد کی ادائیگی، یا معافی کی جو شرعی حدود وقیود مقرر کی گئی ہیں، ان کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

اور نہ ہی فوت ہونے والے کی طرف سے کی گئی وصیت کو شرعی اصولوں کے مطابق اداء کرنے کا اہتمام کیا جاتا، نہ ہی اس کے متعلق شرعی مسائل معلوم کرنے کی طرف توجہ کی جاتی، تاکہ معلوم ہو کہ

کونسی وصیت شرعی ہے،اوراس کوکس طرح پوراکرنے کاحکم ہے؟

دوسری کوتاہی میراث کی تقسیم میں یہ ہوتی ہے کہ فوت ہونے والے کی میراث کواس کے شرعی وارثوں میں اصولوں کے مطابق تقسیم ہی نہیں کیا جاتا،جس کا جس چیز پرداؤ چلتا ہے،وہ اس کودبا کراور قبضہ جما کر بیٹھ جاتا ہے،اگراس مقصد کے لئے فوت ہونے والے کے کسی مال کو چھپانا پڑے،تو اس کو چھپانے کی بھی کوشش کی جاتی ہے،جس کی وجہ سے دوسرے وارثوں کواس مال کاعلم ہی نہیں ہو پاتا۔

اوراگرمیراث کی تقسیم کی بھی جاتی ہے،تواس میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیا جاتا، بلکہ یاتو بہت زیادہ تاخیرکردی جاتی ہے،جس کی بناء پرفوت ہونے کے وقت سے حالات میں غیرمعمولی تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے،اس عرصہ میں فوت ہونے والے کے مال کا بے جااستعمال کیا جاتا ہے۔

بعض اوقات کسی کمزوروارث سے اس کے حصہ کواس طرح معاف کرالیا جاتا ہے،جوطیبِ خاطر اورخوش دلی پرمبنی نہیں ہوتا۔

تیسری کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ بعض اوقات فوت ہونے والے کے تمام،یا بعض وارث نابالغ ،یا مجنون ہوتے ہیں،جن کے میراث کے حصہ سے صدقہ کرنا،ان کی اجازت ورضامندی کے بغیر بھی جائزنہیں ہوتا،لیکن اس کے باوجودان کے حصہ سے صدقہ کیا جاتا ہے،اوراس کاایصالِ ثواب فوت ہونے والے کی روح کوکیا جاتا ہے۔

حالانکہ اول تو ایصالِ ثواب کے نام پر تیجہ، چالیسویں وغیرہ کےعنوان سے ہونے والی رسمیں ہی شریعت کےمطابق نہیں،جن میں بالغ وارثوں کوبھی اپنے حصہ کواپنی رضاخوشی سے استعمال کرنے کاجائزہونامشکل ہے،دوسرے نابالغ اورمجنون کی رضامندی کابھی اعتبارنہیں،تیسرے بالغ کی طرف سےصرف رسمی اجازت وخاموشی کابھی اعتبارنہیں،جس میں طیبِ خاطراورخوش دلی نہ ہو۔

فوت ہونے والے کے ترکہ،اور میراث سے متعلق اس قسم کی تمام کوتاہیوں سے بچنا ضروری ہے،جس کے لئے تقویٰ اوردل میں اللہ کا ڈراورآخرت کا خوف ہونا ضروری ہے،اس کے بغیر مذکورہ ذمہ داری سے سبکدوش ہونا بہت مشکل ہے،کیونکہ ریاکاری،دکھلاوا،اوررائج رسموں کی وجہ سے اچھے اچھے دیندارلوگوں کا بھی اس ذمہ داری پرپورااترنا مشکل ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حفاظت عطاءفرمائے۔آمین۔

www.idaraghufran.org

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

حجاج بن یوسف (قسط:6)

امام بیہقی نے''دلائلُ النبوۃ''میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ پیش گوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے روایت کیا ہے کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کے متعلق فرمایا کہ اے اللہ! میں نے ان لوگوں کے ساتھ امانت داری والا برتاؤ کیا، لیکن انہوں نے میرے ساتھ خیانت کی، اور میں نے ان کو نصیحت کی، لیکن انہوں نے مجھے دھوکہ دیا، پس تو اُن پر قبیلہ ثقیف کے جوان کو مسلط فرما، جو اُن کی ہری بھری نعمتوں کو کھا جائے، اور ان کے لئے جاہلیت والے فیصلے کرے''

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ''قبیلہ ثقیف کا جوان، بیس سال، یا اس سے زیادہ عرصہ حکومت کرے گا، جو کوئی گناہ نہیں چھوڑے گا، جس کو وہ کر نہ گذرے، یہاں تک کہ جب ایک گناہ رہ جائے گا، اور اس کے اور گناہ کے درمیان ایک دروازہ بند ہوگا، تو وہ اس کو بھی توڑ کر اس کا ارتکاب کرے گا، یہ شخص اپنی اطاعت کرنے والے کے علاوہ ہر اس شخص کو قتل کرے گا، جو اس کی بات نہیں مانے گا''۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] أخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ أخبرنا أبو عبد الله محمد بن على الصنعانى بمكة حدثنا إسحاق بن إبراهيم بن عباد أخبرنا عبد الرزاق أخبرنا جعفر ابن سليمان عن مالک بن دينار عن الحسن .قال :قال علي- رضى الله عنه -لأهل الكوفة !اللهم كما ائتمنتهم فخانونى ونصحت لهم فغشونى فسلط عليهم فتى ثقيف الذبال الميال يأكل، خضرتها ويلبس فروتها ويحكم فيها بحكم الجاهلية.قال :وتوفى الحسن وما خلق الحجاج يومئذ .

وأخبرنا أبو صالح بن أبى طاهر العنبرى أخبرنا جدى :يحيى بن منصور القاضى حدثنا محمد بن النضر الجارودى حدثنا يعقوب بن إبراهيم الدورقى حدثنا معتمر بن سليمان عن أبيه عن أيوب عن مالک بن أوس بن الحدثان عن على -رضى الله عنه -أنه قال :الشاب الذبال أمير المصرين يلبس فروتها ويأكل خضرتها ويقتل أشراف أهلها يشتد منه الفرق ويكثر منه الأرق يسلطه الله على شيعته . ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور طبرانی کبیر میں امِ حکیم بنتِ عمرو بن سنان سے روایت ہے کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے، اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اشعث! اللہ کی قسم! اگر تم عبدِ ثقیف کے ساتھ ٹکرائے، تو تمہارے سرین کے بال کانپ اٹھیں گے، حضرت علی سے عرض کیا گیا کہ اے امیر المومنین! عبدِ ثقیف کون ہے، تو حضرت علی نے فرمایا کہ وہ ثقیف قبیلہ کا قریب زمانہ میں آنے والا لڑکا ہے، عرب کا کوئی گھر ایسا نہیں ہوگا، جس میں وہ ذلت کو داخل کئے بغیر چھوڑے۔

عرض کیا گیا کہ وہ کتنا عرصہ حکومت کرے گا، تو حضرت علی نے فرمایا کہ بیس سال حکومت کرے گا، اگر وہ (اس مرحلہ تک) پہنچا"۔ انتہیٰ۔ [1]

علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس روایت کی سند میں اجلح کندی کو بعض نے ثقہ اور بعض نے ضعیف کہا ہے۔ [2]

تاہم اجلح کندی کو حافظ ابنِ حجر نے صدوق کہا ہے، اس لئے اس کی وجہ سے تو مذکورہ روایت پر زیادہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ أخبرنا أبو العباس محمد بن أحمد المحبوبی حدثنا سعيد بن مسعود حدثنا يزيد بن هارون أخبرنا العوام بن حوشب، قال :أخبرنی حبيب بن أبی ثابت، قال :قال علی -رضی الله عنه -لرجل :لا مت حتی تدرک فتی ثقيف .قيل له :يا أمير المؤمنين ما فتی ثقيف؟ قال: ليقالن له يوم القيامة اكفنا زاوية من زوايا جهنم، رجل يملک عشرين أو بضعا وعشرين سنة لا يدع لله معصية إلا ارتكبها حتی لو لم تبق إلا معصية واحدة وكان بينه وبينها باب مغلق لكسره حتی يرتكبه يقتل بمن أطاعه من عصاه .قلت :قدم الحجاج مكة سنة إحدی وسبعين وحاصر ابن الزبير ثم قتل ابن الزبير سنة ثلاث وسبعين وتوفی سنة خمس وتسعين(دلائل النبوة، للبيهقی، ج٦، ص٤٨٨، و ٤٨٩، جماع أبواب إخبار النبی صلی الله عليه وسلم بالكوائن بعده، وتصديق الله جل ثناؤه رسوله صلی الله عليه وسلم فی جميع ما وعده،باب ما جاء فی إخباره بالمبير الذی يخرج من ثقيف وتصديق الله سبحانه قوله فی الحجاج بن يوسف الثقفی غفر الله لنا ولجميع المسلمين)

[1] حدثنا القاسم بن زكريا، ثنا إسماعيل بن موسی السدی، ثنا علی بن مسهر، عن الأجلح، عن الشعبی، عن أم حكيم بنت عمرو بن سنان الجدلية، قالت: استأذن الأشعث بن قيس علی علی رضی الله عنه، فرده قنبر، فأدمی أنفه، فخرج علی فقال: ما لک وما له يا أشعث؟ أم والله لو بعبد ثقيف تمرست، اقشعرت شعيرات استک قيل له:يا أمير المؤمنين، ومن عبد ثقيف؟ قال:غلام يليهم لا يبقی أهل بيت من العرب إلا أدخلهم ذلا قيل: كم يملک؟ قال:عشرين إن بلغ(المعجم الكبير للطبرانی، ج١ ص٢٣٧، رقم الحديث ٦٥١)

[2] قال الهيثمی:رواه الطبرانی وفيه الأجلح الكندی وثقه ابن معين وغيره وضعفه أحمد وغيره(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ٩٢٢٨ ،باب فی أئمة الظلم والجور وأئمة الضلالة)

www.idaraghufran.org

کلام کی ضرورت نہیں۔ ؎۱

اوراس روایت کے بعض دوسرے راویوں پر کلام ہے،لیکن وہ بھی قابلِ تحمل ہے۔ ؎۲

لیکن اس روایت کی سند میں قاسم بن زکریا،اورامِ حکیم بنتِ عمرو بن سنان راویوں کی معرفت حاصل نہ ہوسکی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات ماہِ رمضان چالیس ہجری میں ہوئی۔ ؎۳

اورحجاج ثقفی کی ولادت چالیس، یااکتالیس ہجری میں ہوئی۔ ؎۴

اوراشعث بن قیس بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی وفات بھی چالیس، یااکتالیس ہجری میں ہوئی۔

اگراس روایت کی سند صحیح ہو،تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ پیش گوئی بالکل سچ کہلائے گی۔

مذکورہ روایات سے''حجاج بن یوسف ثقفی'' کی شخصیت اوراس کے برے کردار کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے،جس کی وجہ سے امتِ مسلمہ کوایسا نا قابلِ تلافی نقصان پہنچا، جوکسی دوسری شخصیت سے نہیں پہنچا،اسی لئے اس کواس امت کا''مبیر ،ظالم وجابر'' کہا جاتا ہے۔

حجاج بن یوسف کی تکفیر سے متعلق روایات واقوال

بعض احادیث میں''مختار ثقفی''اور''حجاج بن یوسف'' دونوں کو''کذاب'' کہا گیاہے۔

؎۱ أجلح ابن عبد الله ابن حجية بالمهملة و الجيم مصغر يكنى أبا حجية الكندى يقال اسمه يحيى صدوق شيعي من السابعة مات سنة خمس وأربعين بخ(تقريب التهذيب،ص٩٦، رقم الترجمة ٢٨٥،حرف الالف)

؎۲ إسماعيل ابن موسى الفزارى أبو محمد أو أبو إسحاق الكوفى نسيب السدى أو ابن بنته أو ابن أخته صدوق يخطىء رمى بالرفض من العاشرة مات سنة خمس وأربعين (تقريب التهذيب،ص١١٠، رقم الترجمة ٤٩٢،حرف الالف)

على ابن مسهر بضم الميم وسكون المهملة وكسر الهاء القرشي الكوفى قاضي الموصل ثقة له غرائب بعد أن أضر من الثامنة مات سنة تسع وثمانين ع(تقريب التهذيب،ص٤٠٥، رقم الترجمة ٤٨٠٠،حرف العين،باب ع ل)

؎۳ قال أبو نعيم مات على بن أبى طالب سنة أربعين(تاريخ دمشق،لابنِ عساكر، ج٤٢، ص ٥٨٥، تحت ترجمة "على بن أبى طالب" رقم الترجمة ٤٩٣٣،حرف العين)

؎۴ الحجاج بن يوسف بن الحكم بن أبى عقيل بن مسعود الثقفى، أمير العراق، أبو محمد .
ولد سنة أربعين، أو إحدى وأربعين(تاريخ الاسلام للذهبى، ج٢،ص١٠٧١ الطبقة العاشرة،حرف الحاء،تحت ترجمة:الحجاج بن يوسف بن الحكم)

الحجاج بن يوسف بن الحكم الثقفى أمير العراق ولد سنة أربعين أو إحدى وأربعين وتوفى سنة خمس وتسعين(الوافى بالوفيات،للصفدى، ج١١،ص٢٣٦،٢٣٧، تحت ترجمة ابن يوسف الثقفى")

اوراحادیث میں عام طور پر''کذاب'' سے ایسے افراد کومراد لیا گیا ہے، جوکفر کی صفت کے حامل ہوں،اس لئے بعض حضرات نے فرمایا کہ جب مذکورہ روایات میں دونوں افراد کوکذاب کہا گیا،تو اس سے دونوں کا''کافر''ہونا،لازم آتا ہے۔

''حجاج ثقفی'' کازمانہ موخر ہے،اور''مختار ثقفی'' کازمانہ مقدم ہے،جس میں جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد موجود تھی،اور''مختار ثقفی'' کےافعال واقوال پر نکیر میں اس طرح کا خطرہ بھی نہیں تھا،جس طرح کا خطرہ حجاج ثقفی کے زمانہ میں تھا،وہ اپنے سے اختلاف کرنے والے کوقتل،یا ظلم کا نشانہ بناتا تھا،اورایسی صورت میں نکیرواجب نہیں رہتی،اورصبروسکوت میں عافیت ہوتی ہے۔

حضرت زبیر بن عدی سے روایت ہے کہ:

أَتَيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَلْقَى مِنَ الْحَجَّاجِ، فَقَالَ: اِصْبِرُوْا (صحيح البخارى،رقم الحديث ٧٠٦٨،باب:لا يأتى زمان إلا الذى بعده شر منه)

ترجمہ: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، پھر ہم نے ان سے حجاج کی طرف سے پہنچنے والے مصائب کا ذکر کیا،تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم صبر کرو(صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَخْطُبُ، فَذَكَرَ شَيْئًا أَنْكَرْتُهُ، فَذَكَرْتُ مَقَالَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يُّذِلَّ نَفْسَهُ . قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهُ؟ قَالَ : يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُطِيْقُ

(المعجم الأوسط للطبرانى،رقم الحديث ٥٣٥٧) [1]

---

[1] قال الهيثمى:رواه البزار والطبرانى فى الاوسط والكبير باختصار واسناد الطبرانى فى الكبير جيد ورجاله رجال الصحيح غير زكريا بن يحى بن أيوب الضرير ذكره الخطيب روى عنه جماعة ولم يتكلم فيه أحد (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٢١٦٩، باب فيمن خشى من ضرر على غيره وعلى نفسه)

وقال ابن حجر: قال الطبرانى لا يروى عن ابن عمر إلا بهذا الإسناد تفرد به زكريا قلت رواته موثقون إلا عبد الكريم وهو أبو أمية بن أبى المخارق فإنه ضعيف لكنه شاهد جيد للحديث الماضى وله شاهد آخر من حديث على رضى الله تعالى عنه رويناه فى المعجم الأوسط أيضا وفى إسناده من لا يعرف (الامالى المطلقة لابن حجر، صفحه ١٦٨، رقم الحديث ١٢٢)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے حجاج (بن یوسف) سے خطبے میں ایسی چیز سُنی، جس کو میں نے منکَر (بُرا) سمجھا (میں نے اُس پر نکیر کرنی چاہی) پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد آ گیا کہ مؤمن کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اپنے آپ کو کس طرح ذلیل کرے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی آزمائش میں پڑے، جس کی اُسے طاقت نہ ہو (طبرانی)

اور حضرت حسن بن حسن کے بارے میں روایت ہے کہ:

قَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا سَعِيدٍ الْحَجَّاجُ قَدْ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى كَانَ قَرِيبًا مِّنَ الْعَصْرِ قَالَ فَأَقُومُ إِلَيْهِ فَأْمُرُهُ بِتَقْوَى اللّٰهِ قَالَ لَهُ الْحَسَنُ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ إِنَّهُمْ إِذًا يَقْتُلُونِي قَالَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ أَلَيْسَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ قَالَ الْحَسَنُ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَيْسَ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يُّذِلَّ نَفْسَهُ قَالُوا وَكَيْفَ يُذِلُّهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ يَتَكَلَّفُ مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا يُطِيقُ (مسند الحارث = بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث، ج ۲ ص ۷۷۲، رقم الحديث ۷۷۳، كتاب الفتن، باب ليس للمؤمن أن يذل نفسه) [۱]

ترجمہ: اُن کے سامنے ایک آدمی کھڑا ہوا، اور کہا کہ اے ابوسعید! حجاج (بن یوسف) نے جمعہ کے دن نماز میں بہت تاخیر کر دی ہے، یہاں تک کہ عصر کا وقت قریب

---

[۱] قال ابن حجر: رواته ثقات إلا الخليل وهو عند أبي يعلى في قصة طويلة من طريق المعلى بن زياد القردوسي عن الحسن البصري إنما حدث بحديثين ، أحدهما :عن أبي سعيد رضي الله عنه ، والثاني قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم .فذكر هذا المتن (المطالب العالية، ج ۱۸ ص ۲۲۳، ۳۲۲۳، كتاب الفتوح، باب جواز ترك النهي عن المنكر ، لمن لا يطيق)

وقال البوصيري:رواه الحارث بن أبي أسامة عن الخليل بن زكريا وهو ضعيف لكن لم ينفرد به فقد رواه أبو يعلى مطولًا وسيأتي في الفتن في باب ليس للمؤمن أن يذل نفسه (اتحاف الخيرة المهرة، ج ۷ ص ۳۸۲،باب مثل من يعمل الحسنات بعد السيئات وما جاء في المؤمن الذي لا يذل نفسه)

www.idaraghufran.org

ہوگیا ہے، تو آپ اُن کو کھڑے ہو کر اللہ کا خوف دِلایئے۔

حضرت حسن بن حسن نے اُن سے کہا کہ ایسی صورت میں وہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے، پھر اُن کو اُس آدمی نے کہا کہ کیا اللہ عزوجلّ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ وہ لوگ نہی عن المنکر نہیں کرتے تھے، اور اُن کا طرزِ عمل بہت بُرا تھا۔

حضرت حسن نے اس کے جواب میں فرمایا کہ مجھ سے حضرت ابوبکرہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی آزمائش کو (اپنی طرف سے) اختیار کرے کہ جس کی اُسے طاقت نہ ہو (مسند الحارث)

امام محمد نے عقبہ بن ابی العیز ار سے روایت کیا ہے کہ:

كُنَّا نَأْتِي إِبْرَاهِيمَ النَّخْعِيَّ وَهُوَ مُتَغَيِّبٌ مِنَ الْحَجَّاجِ بْنِ يُوسُفَ، فَكُنَّا إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِ يَقُولُ لَنَا: إِنْ أَنْتُمْ سَئَلْتُمْ عَنِّي وَحَلَفْتُمْ فَاحْلِفُوا بِاللّٰهِ: مَا نَدْرِيْ أَيْنَ هُوَ وَلَا لَنَا بِهِ عِلْمٌ وَلَا فِيْ أَيِّ مَوْضِعٍ هُوَ، وَانْوُوْا أَنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ أَيِّ مَوْضِعٍ أَنَا فِيْهِ، قَائِمٌ وَلَا قَاعِدٌ وَلَا نَائِمٌ (کتاب الأصل، ج۹، ص ۴۰۷، کتاب الحیل)

ترجمہ: ہم ابراہیم نخعی کے پاس آتے تھے، اور حجاج بن یوسف سے چھپے ہوئے تھے، پس جب ہم ابراہیم نخعی کے پاس سے باہر نکلتے، تو وہ ہمیں فرماتے کہ اگر تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے، اور تم سے حلف لیا جائے، تو تم اللہ کے نام کا حلف اٹھا کر کہہ دینا کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ (ابراہیم نخعی) کہاں ہے، اور نہ ہی ہمیں اس کا علم ہے، اور نہ ہی ہمیں یہ علم ہے کہ وہ کونسی جگہ ہے؟ اور تم یہ نیت کر لینا کہ تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ میں کس جگہ ہوں، کھڑا ہوں، یا بیٹھا ہوں، یا سویا ہوا ہوں (کتاب الاصل)

www.idaraghufran.org

واقعہ یہ ہے کہ حجاج ثقفی نے اپنے دورِ حکومت میں دین کی صحیح تبلیغ اورنشر واشاعت میں،اس قدر رکاوٹیں پیدا کیں کہ اس نے حق کی تبلیغ کرنے والی مقدس ہستیوں کا ہی صفایا کر دیا،جن کے علوم وفیوض سے قیامت تک آنے والی امت مستفید ہوسکتی تھی۔

اس لئے بہت سے مواقع پر''حجاج ثقفی'' کے خلاف نکیر نہیں ملتی،جس طرح''مختار ثقفی'' کے خلاف ملتی ہے۔

لیکن اس کے باوجود متعدد مواقع پر''حجاج ثقفی'' کے متعلق بھی ان کے زمانہ کے جلیلُ القدر تابعین سے شدید نکیر اور تکفیر کے اقوال ملتے ہیں۔

احادیث میں مسلمان کو ناحق قتل کرنے کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے،اوراس پر سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں،اورحجاج سے یہ عمل تواتر کے ساتھ ثابت ہے،اورحجاج کی خباثتوں کو احاطۂ شمار میں لانا مشکل ہے،جس کی وجہ سے ایسے بعض جلیلُ القدر حضرات نے حجاج بن یوسف کو کافر تک بھی قرار دے دیا ہے،جنھوں نے مختار ثقفی کو کافر قرار نہیں دیا۔

چنانچہ امام ابنِ عساکر نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ:

قِيْلَ لِسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ خَرَجْتَ عَلَى الْحَجَّاجِ ؟قَالَ أَيْ وَاللّٰهِ مَا خَرَجْتُ عَلَيْهِ حَتّٰى كَفَرَ (تاريخ دمشق،ج ۱۲،ص ۱۸۳،تحت ترجمة :''الحجاج بن يوسف'' رقم الترجمة ۱۲۱۷،حرف الحاء)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر سے کہا گیا کہ تم نے حجاج کے خلاف خروج کیوں اختیار کیا؟

توانہوں نے جواب میں فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے حجاج کے خلاف خروج اس وقت تک اختیار نہیں کیا،جب تک اس نے کفر کو اختیار نہیں کرلیا(تاریخ دمشق)

یہ سعید بن جبیر وہی ہیں،جن کو نہایت بے دردی کے ساتھ''حجاج بن یوسف ثقفی'' نے قتل کیا تھا۔

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، اور عذابِ قبر

(20- جمادی الاولیٰ- 1447ھ)

بعض روایات سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پیشاب سے حفاظت نہ کرنے پر عذابِ قبر کے ہونے کا عندیہ ظاہر ہوتا ہے، جس پر بعض اہلِ علم حضرات کو شبہ ہوجاتا ہے، اس سلسلہ میں ہم سے بھی بعض حضرات نے سوال کیا، جس کی ذیل میں تحقیق ذکر کی جاتی ہے۔

ھناد بن سری نے ابنِ فضیل سے، انہوں نے ابوسفیان سے، اور انہوں نے حسن بصری کی سند سے ایک حدیث کو روایت کیا ہے، جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے پر اللہ کی ان سے ملاقات کی شدتِ محبت کی وجہ سے عرش حرکت میں آ گیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قبر پر کھڑے ہوکر تکبیر، تہلیل وتسبیح پڑھی، اور پھر فرمایا کہ حضرت سعد کو قبر نے اتنا شدید دبایا کہ وہ جَو کے دانہ کی طرح ہوگئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعاء کی، جس سے ان کی یہ کیفیت ختم ہوگئی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پیشاب سے استبراء، یعنی مکمل پاکی حاصل نہیں کرتے تھے۔ [1]

لیکن اس حدیث کی سند قابلِ اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس میں ایک راوی ابوسفیان پائے جاتے ہیں،

---

[1] حدثنا ابن فضيل ، عن أبی سفيان ، عن الحسن قال :أصابت سعد بن معاذ جراحة ، فجعله النبی صلی الله عليه وسلم عند امرأة تداويه ، فمات من الليل ، فأتاه جبريل عليه السلام فأخبره ، فقال :لقد مات الليلة فيكم رجل لقد اهتز العرش لحب لقاء الله إياه فإذا هو سعد قال : فدخل رسول الله صلی الله عليه وسلم قبره ، فجعل يكبر ويهلل ويسبح ، فلما خرج قيل له :يا رسول الله ما رأيناک صنعت هكذا قط قال : إنه ضم فی القبر ضمة حتی صار مثل الشعرة ، فدعوت الله أن يرفه عنه ذلک ، وذلک أنه كان لا يستبرء من البول (الزهد لهناد بن السری،رقم الحديث ۳۵۱)

www.idaraghufran.org

جن کو محدثین نے ضعیف، بلکہ شدید ضعیف کہا ہے۔ [1]

اس کے علاوہ ابنِ سعد نے شبابہ بن سوار سے، انہوں نے ابومعشر سے، اورانہوں نے سعید مقبری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو دفن کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی قبر کے ایک لمحہ کے لئے دبوچنے اور دبانے سے نجات پاتا، تو سعد نجات پاتے، ان کو قبر نے پیشاب کے اثر سے اس طرح دبوچا کہ ان کی پسلیاں ایک دوسرے میں داخل ہوگئیں۔ [2]

لیکن ایک تو یہ روایت سند کے اعتبار سے منقطع ہے، اور دوسرے اس روایت کے ایک راوی ابومعشر ضعیف ہیں۔ [3]

---

[1] هذا حديث مقطوع، فإن الحسن لم يدرك سعدا، وأبو سفيان اسمه طريف ابن شهاب الصفدى.
قال أحمد بن حنبل ويحيى بن معين :ليس بشيء.وقال النسائى :متروك الحديث.
وقال ابن حبان :كان مغفلا يهم في الأخبار حتى يقلبها، ويروى عن الثقاة ما لا يشبه حديث الأثبات، وحوشيت زينب من مثل هذا، وحوشى سعد أن يقصر فيما يجب عليه من الطهارة(الموضوعات،لعبد الرحمن الجوزى، ج٣،ص ٢٣٣، كتاب القبور)
طريف "بن شهاب وقيل بن سعد وقيل بن سفيان أبو سفيان السعدى الأشل ويقال الأعسم وقال فيه البخارى العطاردى .روى عن أبى نضرة العبدى وعبد الله بن الحارث البصرى والحسن وثمامة بن عبد الله بن أنس وعنه الثورى وشريك وعلى بن مسهر وأبو معاوية ومحمد بن فضيل وعبد الرحمن بن محمد المحاربى وغيرهم قال عمرو بن على ما سمعت يحيى ولا عبد الرحمن يحدثان عنه بشيء وقال أحمد ليس بشيء ولا يكتب حديثه وقال ابن معين ضعيف الحديث وقال أبو حاتم ضعيف الحديث ليس بالقوى وقال البخارى ليس بالقوى عندهم وقال أبو داود ليس بشيء وقال مرة واهى الحديث وقال النسائى متروك الحديث وقال مرة ضعيف الحديث وقال مرة ليس بثقة وقال الدارقطنى ضعيف وقال ابن حبان كان مغفلا يهم فى الأخبار حتى يقلبها ويروى عن الثقات ما لا يشبه حديث الأثبات وقال ابن عدى روى عنه الثقات وإنما أنكر عليه فى متون الأحاديث أشياء لم يأت بها غيره وأما أسانيده فهى مستقيمة قلت وذكره يعقوب بن سفيان فى باب من يرغب عن الرواية عنهم وقال أبو بكر البزار روى عنه جماعة غير حديث لم يتابع عليه وقال ابن عبد البر اجمعوا على أنه ضعيف الحديث(تهذيب التهذيب، ج٥،ص ١١ ،حرف الطاء،من اسمه طريف)
طريف بن شهاب وقيل ابن سفيان الأشل أبو سفيان عن أبى نضرة تركوه(المغنى فى الضعفاء ، ج ١،ص ٣١٥،حرف الطاء)

[2] أخبرنا شبابة بن سوار قال :أخبرنى أبو معشر عن سعيد المقبرى قال :لما دفن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -سعدا قال :(لو نجا أحد من ضغطة القبر لنجا سعد .ولقد ضم ضمة اختلفت منها أضلاعه من أثر البول(الطبقات الكبرى،لابن سعد، ج٣،ص ٣٢٩،)

[3] أبو معشر :عن سعيد المقبرى:أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال :(لو نجا أحد من ضغطة القبر لنجا سعد، ولقد ضم ضمة اختلفت منها أضلاعه من أثر البول . هذا منقطع(سير أعلام النبلاء ، ج ١،ص ٢٩٥)

www.idaraghufran.org

ایک دوسری سند سے بھی کچھ مختلف الفاظ کے ساتھ یہ روایت مروی ہے، جس میں پیشاب کے بجائے، ہول اور دہشت کے اثر سے اس حالت کے پیدا ہونے کا ذکر ہے، لیکن اس کی سند اس سے بھی زیادہ مخدوش ہے۔ [1]

اور امام بیہقی نے امیہ بن عبداللہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت سعد کے بعض اہلِ خانہ سے اس بارے میں پوچھا، تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ہمیں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ یہ بیان کی تھی کہ وہ پیشاب سے کچھ پاکی میں کمی کیا کرتے تھے۔ [2]

---

[1] (لو نجا أحد من ضغطة القبر لنجا سعد، ولقد ضم ضمة اختلفت منها أضلاعه من أثر البول).

منكر.أخرجه ابن سعد في "الطبقات "(3/ 430) : أخبرنا شبابة بن سوار قال :أخبرني أبو معشر عن سعيد المقبري قال :لما دفن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -سعدا قال ... :فذكره.

قلت :وهذا مع كونه مرسلا؛ فأبو معشر ضعيف كما تقدم قريبا (رقم3304).

وقد وصله بعض الضعفاء وغير من لفظه؛ فقد أورده الرافعي في ترجمة مسلم بن زياد الجعفي من "تاريخ قزوين "(4/ 93) بلفظ (من أثر الهول)!

كذا وقع في النسخة (الهول) مكان (البول) ، ولا أدري أهو تصحيف أو خطأ مطبعي؛ فإن النسخة سيئة جدا كما تقدم التنبيه على ذلك مرارا؛ قال الرافعي ":بغدادي قدم (قزوين) ، قال الخليلي الحافظ :ويقال: عمرو بن زياد، باهلي، مولى لهم، كان يضع الحديث :حدثنا الحسن بن عبد الرزاق ...(قلت :فساق إسناده إلى) مسلم بن زياد :حدثنا أبو معشر عن سعيد بن أبي سعيد المقبري عن أبي هريرة رضي الله عنه قال ... : فذكره ."قلت :وباسمه الثاني أورده ابن أبي خاتم وقال (3/ 234) عن أبيه ":قدم الري فرأيته ووعظته، فجعل يتغافل كأنه لا يسمع، كان يضع الحديث، قدم قزوين، فحدثهم بأحاديث منكرة، أنكر عليه علي الطنافسي، وقدم الأهواز فقال :أنبأنا يحيى بن معين !هربت من الجنة !فجعل يحدثهم ويأخذ منهم، فأعطوه مالا، وخرج إلى خراسان وقال :أنبأنا من ولد عمر !وخرج إلى قزوين وكان على قزوين رجل باهلي، واكن كذابا أفاكا؛ كتبت عنه، ثم رميت به."وبهذا ترجمه الخطيب في "تاريخه "(12/ 204-205) ، وله ترجمة مبسطة في "اللسان"، ولم يعرفه ابن حبان فوثقه (8/ 488) . وانظر "تيسير الانتفاع."

ثم إن الحديث قد صح من طرق بشطره الأول، وهو مخرج في "الصحيحة "(1695) و (3345)(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة،تحت رقم الحديث ۵۱ ۳۳)

[2] أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، قال :حدثنا أبو العباس، قال :حدثنا أحمد، قال :حدثنا يونس، عن ابن إسحاق، قال :حدثنا أمية بن عبد الله، أنه سأل بعض أهل سعد :ما بلغكم من قول رسول الله صلى الله عليه وسلم في هذا؟ فقالوا :ذكر لنا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن ذلك، فقال :كان يقصر في بعض الطهور من البول(دلائل النبوة، للبيهقي، ج۴،ص ۳۰)

www.idaraghufran.org

اس حدیث کی سند کے راویوں پر محدثین کی طرف سے کوئی قابلِ ذکر جرح دستیاب نہیں ہوسکی۔

ابوعبداللہ حکیم ترمذی (المتوفیٰ :320ہجری) نے اپنی تالیف ’’نوادرُ الاصول ‘‘میں اس قسم کی روایات کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ابتداءِ اسلام میں لوگ پتھر،اور مٹی سے استنجاء پر اکتفاء کیا کرتے تھے، پھر جب سورہ توبہ کی یہ آیت نازل ہوگئی کہ:

’’رِجَالٌ یُحِبُّونَ أَنْ یَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِینَ‘‘

تو بعض لوگ پتھر اور مٹی سے استنجاء پر اکتفاء کیا کرتے تھے،اور بعض پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے،اور پانی سے استنجاء نہ کرنا،ان کے نزدیک گناہ نہیں تھا،لیکن جو اس کوتاہی کو مرتکب ہوتا،تو اس کو زمین دبوچتی تھی،جیسا کہ حضرت سعد کو دبوچا،جبکہ ان کا درجہ بہت عظیم تھا،پھر اسی لمحہ ان سے وہ کیفیت ختم کردی گئی۔ [1]

اورابوعبداللہ قرطبی (المتوفیٰ:671ہجری) نے اپنی تالیف ’’التذکرۃ باحوال الموتیٰ والآخرۃ ‘‘میں اس قسم کی روایات کے ذیل میں فرمایا کہ بعض لوگوں نے یہ بات ذکر کی ہے کہ جس قبر پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عذابِ قبر کی وجہ سے شاخ کو گاڑا تھا،وہ حضرت سعد کی قبر تھی،لیکن یہ بات باطل ہے،جس کا کوئی معتبر ثبوت نہیں پایا جاتا،البتہ یہ بات ثابت ہے کہ حضرت سعد کو قبر نے ایک لمحہ کے لئے دبوچا تھا،لیکن پھر اسی لمحہ ان سے یہ کیفیت اٹھالی گئی تھی،جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کو پیشاب میں کسی کوتاہی کی بناء پر اس کی جزاء دی گئی،لیکن پھر اسی لمحہ اس کیفیت کو ختم کردیا گیا،نہ یہ کہ ان کو اس کے بعد عذابِ قبر میں مبتلاء رکھا گیا ہو،اس کے خلاف کا قول وہی

[1] وروی فی الخبر أنه سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلک فقال کان یقصر فی بعض الطهور من البول.

فإن القوم من ابتداء الإسلام يتمسحون بالحجارة والتراب فلما نزل قوله تعالى (رجال يحبون أن يتطهروا والله يحب المطهرين) فشا فيهم الطهور فمنهم من كان يستنجي ومنهم من كان يتطهر بالماء وليس الاستنجاء بذنب عندهم ولا خطيئة فيحاسبون في قبورهم فمن ورد اللحد مع التقصير نالته ضمة الأرض كما نالت سعدا مع عظم قدره فكانت ضمة ثم فرج عنه

قال حذيفة بن اليمان رضي الله عنه في القبر حساب وفي الآخرة حساب فمن حوسب في القبر لم يعذب في الآخرة(نوادر الأصول في أحاديث الرسول ،ج۲،ص۱۰۲ ،الأصل الرابع والعشرون والمائة،في ضغطة القبر وعذابه)

www.idaraghufran.org

وہی شخص کرسکتا ہے، جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور قدر ومنزلت میں شک کرتا ہو، کیونکہ ان کے لئے عرش بھی حرکت میں آ گیا تھا، اوران کی روح قبض کرنے کی خوشی میں استقبال کے لئے بہت سے فرشتے تشریف لائے تھے، تو ایسی مقدس ہستی کو عذابِ قبر میں کیسے مبتلاء رکھا جاسکتا ہے۔ [1]

اورعلامہ مناوی نے''فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ''میں اس ضمن میں یہی تفصیل ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ حضرت سعد کی طرف سے پیشاب میں ادنیٰ کوتاہی، جو نہ حرام تھی، اور نہ

---

[1] تنبیه علی غلط :ذکر بعض أصحابنا ـ فیما نقل إلینا عنه ـ أن القبر الذی غرس علیه النبی صلی الله علیه وسلم العسیب، هو قبر سعد بن معاذ، وهذا باطل.

وإنما صح أن القبر ضغطه کما ذکرنا ثم فرج عنه، وکان سبب ذلک ما رواه یونس بن بکیر عن محمد بن إسحاق قال :حدثنی أمیة بن عبد الله أنه سأل بعض أهل سعد :ما بلغکم فی قول رسول الله صلی الله علیه وسلم هذا؟ قال ذکر لنا أن رسول الله صلی الله علیه وسلم سئل عن ذلک فقال :کان یقصر فی بعض الطهور من البول.

وذکر هناد بن السری، حدثنا ابن فضیل عن أبی سفیان عن الحسن قال :أصاب سعد بن معاذ جراحة فجعله النبی صلی الله علیه وسلم عند امرأة تداویه، فقال إنه مات من اللیلة فأتاه جبریل فأخبره :لقد مات اللیلة فیکم رجل لقد اهتز العرش لحب لقاء الله إیاه، فإذا هو سعد بن معاذ قال قال :فدخل رسول الله صلی الله علیه وسلم فی قبره فجعل یکبر ویهلل ویسبح، فلما خرج قیل له :یا رسول الله ما رأیناک صنعت هکذا قط.قال :إنه ضم فی القبر ضمة حتی صار مثل الشعرة فدعوت الله تعالی أن یرفه عنه وذلک أنه کان لا یستبریء من البول .

وقال السالمی أبو محمد عبد الغالب فی کتابه، وأما أخبار فی عذاب القبر فبالغه مبلغ الاستفاضة منها قوله صلی الله علیه وسلم فی سعد بن معاذ :لقد ضغطته الأرض اختلفت لها ضلوعه قال أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ورضی عنهم:فلم ننقم من أمره شیئا إلا أنه کان لا یستنزه فی أسفاره من البول.

قلت :فقوله صلی الله علیه وسلم :ثم فرج عنه دلیل علی أنه جوزی علی ذلک التقصیر منه لا أنه یعذب بعد ذلک فی قبره، هذا لا یقوله أحد إلا شاک مرتاب فی فضله وفضیلته ونصحه ونصیحته رضی الله عنه.

أتری من اهتز له عرش الرحمن، وتلقت روحه الملائکة الکرام فرحین بقدومها علیهم، ومستبشرین بوصولها إلیهم.یعذب فی قبره بعدما فرج عنه؟ هیهات هیهات..

لا یظن ذلک إلا جاهل بحقه غبی بفضیلته وفضله، رضی الله عنه وأرضاه، وکیف یظن ذلک وفضائله شهیرة، ومناقبه کثیرة !خرجها البخاری ومسلم وغیرهما.

وهو الذی أصاب حکم الرحمن فی بنی قریظة من فوق سبع سموات، أخبر بذلک رسول الله صلی الله علیه وسلم فی البخاری ومسلم وغیرهما(التذکرة بأحوال الموتی وأمور الآخرة،ص ۴۰۱،باب ما یکون منه عذاب القبر واختلاف أحوال العصاة فیه بحسب اختلاف معاصیهم)

www.idaraghufran.org

مکروہ، پھر اس خلافِ اولیٰ کی تلافی اسی ایک لمحہ کے لئے قبر کے دبانے سے ہوگئی تھی، جس کے بعد ان سے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوا۔ ۱؎

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن معاذ کو عذابِ قبر میں مبتلاء رہنے کا نظریہ درست نہیں، اس کی جتنی حقیقت تھی، وہ ماقبل میں ذکر کی جا چکی ہے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی قدرت میں غلط فہمی

(15-جمادی الاخریٰ-1447ھ)

آج کل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے مسئلہ میں بعض علماء فرطِ جذبات میں کچھ افراط وتفریط اور بے اعتدالیوں کا شکار ہو جاتے ہیں، جس کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا شرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے تفصیل بیان فرمائی ہے۔

ایک مقام پر حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں:

ہاتھ سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے کا حکم عام نہیں، بلکہ اہلِ حکومت کے ساتھ

۱؎ وقال السلمی :أما الأخبار فی عذاب القبر فبالغة مبلغ الاستفاضة منها قوله صلى الله عليه وسلم فی سعد بن معاذ لقد ضغطته الأرض ضغطة اختلفت لها ضلوعه قال أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم ننقم من أمره شيئا إلا أنه كان لا يستبرء فی أسفاره من البول هكذا ذكره القرطبی عنه ثم قال :فقوله صلى الله عليه وسلم ثم خرج عنه دليل على أنه جوزی على ذلك التقصير لا أنه يعذب بعد ذلك فی قبره هذا لا يقوله إلا شاك فی فضيلته وفضلة ونصيحته وصحبته أترى من اهتز له عرش الرحمن كيف يعذب فی قبره بعد ما فرج عنه؟ هيهات لا يظن ذلك إلا جاهل بحقه غبی بفضيلته وفضله اه .وأخرج الحكيم عن جابر بن عبد الله قال :لما توفی سعد بن معاذ ووضع فی حفرته سبح رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم كبر وكبر القوم معه فقالوا :يا رسول الله لم سبحت قال :هذا العبد الصالح لقد تضايق عليه قبره حتى فرجه الله عنه فسئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فقال :كان يقصر فی بعض الطهور من البول اه بحروفه. قال الحكيم :فإن قيل الذی يهتز العرش لموته كيف يضيق عليه قلنا هذا خبر صحيح وذاك صحيح وإنما سبب ضم القبر أنه كان يقصر فی بعض الطهور فكان القوم لا يستنجون بالماء بل بالأحجار فلما نزل فيه (رجال يحبون أن يتطهروا) ففشا فيهم الطهور بالماء فمنهم من استنجى بالماء ومنهم من استمر على الحجر فأهل الاستقامة يردون اللحود وقد يكون فيهم خصلة عليهم فيها تقصير فيردون اللحد مع ذلك التقصير غير نازعين عنه وليس ذلك بذنب ولا خطيئة فيعاتبون فی قبورهم عليه فتلك الضمة نالت سعدا مع عظيم قدره لكونه عوتب فی القبر بذلك التقصير فضم عليه ثم فرج ليلقى الله وقد حط عنه دنس ذلك التقصير مع كونه غير حرام ولا مكروه(فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج۵،ص ۳۳۲)

www.idaraghufran.org

خاص ہے، کیونکہ جہاں حکومت نہ ہو، وہاں نرمی ہی مناسب ہے۔

امام صاحب نے اس راز کوخوب سمجھا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کا طنبور، یا مزامیر (یعنی گانے بجانے کے آلات) توڑ دے، تو اس پر ضمان (تاوان) لازم آئے گا، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ ضمان لازم نہ ہوگا، کیونکہ اس نے منکر کا ازالہ کیا ہے، اور حدیث میں ازالۂ منکر کا حکم ہاتھ سے بھی ہے۔

امام صاحب اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہاتھ سے ازالۂ منکر کرنے کا اختیار حکومت کے لوگوں کو ہے، عوام کو اختیار نہیں۔ امام صاحب کے قول کا راز یہی ہے کہ عوام کی دست درازی سے فساد ہوگا، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے شریعت کا مقصود اصلاح ہے، نہ کہ فساد۔ لیکن حکومت کے دو درجے ہیں، باپ کو بیٹے پر اور شوہر کو بیوی پر، استاد کو شاگرد پر (مہتمم کو طلبہ واساتذہ پر) فی الجملہ حکومت ہوتی ہے، لہٰذا ان کو اپنے ماتحتوں کے ساتھ ہاتھ سے بھی امر بالمعروف کرنے کا حکم ہے، لیکن غیروں کے ساتھ ایسا نہ کرنا چاہیے، وہاں تو صرف زبان سے کام لیں اور وہ بھی نرمی سے۔

نیز امر بالمعروف بزرگوں کو بھی کیا جاتا ہے، مگر وہاں نرمی کے ساتھ ادب وتعظیم کی بھی ضرورت ہے (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ صفحہ۳۷، ماخوذ از''دینی دعوت وتبلیغ کے اُصول واحکام''صفحہ۱۷۱)

ایک اور مقام پر حضرت موصوف فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ کی عجیب نظر ہے، دیکھئے امام صاحب کا قول ہے کہ آلاتِ لہو کو توڑ ڈالنا واعظ کو، یا کسی کو جائز نہیں، اگر کوئی توڑ دے تو ضمان (تاوان) لازم آئے گا، یہ کام سلطان (حاکم) کا ہے۔ وہ احتساب کرے اور توڑے پھوڑے اور سزا دے، جو چاہے کرے، دیکھئے اس میں کتنا امن ہے، سوائے سلطان (حاکم) کے اور کسی کے احتساب کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ کام بند تو ہوتا نہیں، جنگ وجدل اور فتنہ ہوتا ہے اور باہمی منازعات بڑی دور تک پہنچ جاتے ہیں۔

علیٰ ہٰذا اقامتِ حدود (حدود وسزاؤں کا نفاذ واجراء) سلطان (حاکم) ہی کے ساتھ خاص ہے''

(ملفوظات حکیم الامت ج ۲۰ ص۱۰۱)

www.idaraghufran.org

حضرت موصوف سے ایک موقع پر سوال کیا گیا کہ:

پھر کیا صورت ہے، کشمیر کے مسلمانوں کی امداد کی؟

حضرت موصوف نے اس کے جواب میں فرمایا:

یہ صورت ہے کہ وہاں جا کراُن کو (شرعی احکام پر عمل پیرا ہونے کی) تبلیغ کی جائے اور آپس میں اتحاد کی ترغیب دی جائے، اور جب قوت ہوجائے، لڑیں، جہاد کریں۔

اس پر حضرت موصوف سے سوال کیا گیا کہ:

دروازہ پر ہی روک لیا جاتا ہے، گرفتار کرلیا جاتا ہے، اندر جانے ہی نہیں دیا جاتا۔

حضرت موصوف نے اس کے جواب میں فرمایا:

’’آپ ہی دیکھ لیجئے کہ ایسی حالت میں آپ سے کشمیر کے مسلمانوں کو کیا امداد پہنچ سکتی ہے، جبکہ وہاں تک پہنچنے پر بھی قدرت نہیں۔

جتھوں کا جیل میں جانا، پٹنا، بھوک ہڑتال وغیرہ کرنا، خودکشی کے مرادف (برابر) ہے اور اگر خودکشی سے کسی کو فائدہ پہنچے، تب بھی تو باوجود موجبِ فوائد (فائدہ مند) ہونے کے جائز نہیں، چہ جائیکہ کوئی فائدہ بھی نہ پہنچے، تو اس کا درجہ ظاہر ہے، یعنی اگر یہ معلوم ہوجائے کہ خودکشی کرنے سے کفار پر اثر ہوگا، تو کیا خودکشی کرنا جائز ہوجائے گا؟ اور یہ جیلوں میں جانا اور بھوک ہڑتال کرنا کیا خودکشی کا مرادف (جیسا) نہیں ہے، اگر کوئی نفع بھی خودکشی پر مرتب ہو، تو یہ خود ہی اتنا زبردست نقصان ہے کہ جس کا پھر کوئی بدل ہی نہیں، حضرت ہر منفعت (فائدہ) کا اعتبار نہیں، اس کی تو بالکل ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ فلاں شخص کی جان بچ سکتی ہے، اگر تم کنویں میں گرجاؤ، تو اُس کی جان بچانے کی غرض سے کیا کنویں میں گر جانا جائز ہوگا؟‘‘ (الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ ج۱ص۱۰۶، ۱۰۷، ملفوظ نمبر۱۱۶)

مذکورہ ارشادات سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے نرا جوش دکھانا کافی نہیں، بلکہ اس میں شرعی حدود وقیود کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

www.idaraghufran.org

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط59) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (سینتیسواں حصہ)

گزشتہ چند اقساط میں فقہ مالکی کے مشہور اور جدید وقدیم مالکی علماء وفقہاء کا ذکر تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا، جن میں سے بعض کا شمار امام مالک کے اصحاب وتلامذہ کے طور پر ہوتا ہے، جو اس مسلک ومنہج کے ناشر وترجمان کہلاتے ہیں، جنہوں نے اس مسلک کو اپنی کتب وتصانیف کے ذریعے دنیائے اسلام میں پھیلایا، اور درحقیقت ان حضرات کی تالیف کردہ کتب، مالکی فقہ کی امہات الکتب کہلاتی ہیں کہ جن پر فقہ مالکی کی عمارت استوار ہے، چنانچہ آئندہ آنے والی چند اقساط میں ان امہات الکتب کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا، لیکن اس سے پہلے ان حضرات کا نام اور مختصر تعارف وذکر بطور یاددہانی ذیل کی سطور میں پیش کیا جاتا ہے۔

امام مالک کے اصحاب وتلامذہ ایک نظر میں

(1) عبدالرحمٰن بن قاسم: کا شمار کبار مالکی فقہاء وعلماء، اور امام مالک رحمہ اللہ کے خاص تلامذہ میں ہوتا ہے، عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ بیس سال تک امام مالک کی صحبت میں رہے، اور ان سے حدیث وفقہ کا علم حاصل کرتے رہے، ان سے سماعت کرتے، پھر اس کو اچھی طرح یاد کرتے، اور اس پر عمل کرتے تھے، چنانچہ اس مشہور جلیل القدر مالکی فقیہ کا مقام مجتہدِ مطلق تھا، مالکی فقہاء آپ کے متعلق اس بات کے قائل ہیں کہ آپ امام مالک کے اصحاب میں فقہ مالکی کو سب سے زیادہ جاننے والے، اور امام مالک کے علوم کے سب سے بڑے عالم تھے، اسی وجہ سے آپ کو "خزانۃ مذہب مالک" کے لقب سے بھی پکارا جاتا ہے، آپ نے براہِ راست امام مالک سے روایتیں لی ہیں، اور آپ نے فقہ مالکی کی تصحیح وتدوین کا کام بھی کیا۔

مؤطا امام مالک کے بعد فقہ مالکی کی دوسری بڑی اور مشہور ترین ضخیم کتاب "المدوّنۃ" ان ہی کی تالیف کردہ ہے، جو ان کے لائق شاگرد سحنون کے واسطہ سے مروی ہے، پیدائش کا سال آپ کے

شاگرد سحنون بن سعید کے مطابق 128ھ ہے، مصر کے رہنے والے تھے، اور مصر (قاہرہ) میں ہی 191ھ میں وفات پائی (الاعلام للزرکلی، ج۳، ۳۲۳، حرف العین، تحت الترجمة: ابن القاسم)

(2) عبداللہ بن وہب بن مسلم: مشہور مالکی فقیہ، محدث، تبع تابعی، امام مالک رحمہ اللہ اور مشہور مصری امام "لیث بن سعد" کے کبار تلامذہ میں سے ہیں، مجتہدانہ شان کے مالک، اور جامعُ الحدیث و الفقة والعبادة تھے، آبائی وطن مصر تھا، ولادت کا سال 125 ہجری ہے، آپ کو کثرت سے احادیثِ نبویہ یاد تھیں، چنانچہ امام ذہبی سے "تذکرةُ الحفاظ" میں منقول ہے کہ ایک لاکھ کے قریب روایات ان کے نوکِ زبان تھیں، جن میں ستر ہزار مرویات ہمارے پاس موجود ہیں (تذکرة الحفاظ، ج ا، ص ۲۲۳، الطبقة السادسة)

آپ لگ بھگ بیس سال تک امام صاحب کی خدمت میں رہے، آپ کی ذہانت وذکاوت اور غیر معمولی قوتِ حافظہ کی بنا پر، امام مالک ان کی بڑی قدر کیا کرتے تھے، اور ان کو ان الفاظ سے پکارا کرتے تھے "عبدالله بن وهب إمام"۔ اور جب ابنِ وہب مصر چلے جاتے، تو امام مالک آپ کو خط لکھتے، تو ابتداء ان الفاظ سے ہوتی "إلى عبد الله مفتي أهل مصر"۔

دیگر تصانیف کے علاوہ اُن کو مؤطا امام مالک کی تدوین کی سعادت بھی حاصل ہے، اس میں انہوں نے ان مرویات کو جمع کیا تھا جو انہوں نے امام مالک رحمہ اللہ سے سنی تھیں، 197 ہجری میں وفات پائی۔

(3) اشہب بن عبدالعزیز: مشہور مالکی فقیہ، محدث اور امام مالک رحمہ اللہ کے کبار تلامذہ، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے معاصرین میں سے تھے، مصر کے مفتی، صاحبِ ثروت ومنصب تھے، خصوصاً فقہ وافتاء میں کافی عبور حاصل تھا، مصر میں اس وقت ان کا ہم پایہ ملنا مشکل تھا، کتبِ مالکیہ میں منقول میں ہے کہ آپ نے بھی امام مالک رحمہ اللہ کی روایات پر مشتمل ایک "مدوّنۃ" تالیف فرمائی، جس کا نام "مدونۃ أشہب" ہے، اور یہ سحنون بن سعید کی تالیف کردہ مدونہ کے علاوہ ہے، کہا جاتا ہے کہ جس سال امام شافعی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، وہی سال یعنی 150 ہجری ان کی ولادت کا بھی ہے، اور جس سال امام شافعی کا انتقال ہوا، چند دنوں کے بعد اُسی سال (204ھ) میں ان کا بھی انتقال ہوا۔

(4) ابنُ الماجشون: فقہ مالکی کے مشہور فقہاء اور مدینہ منورہ کے مفتیوں میں سے تھے، ان کے زمانے میں فتوے کا مدار انہی پر تھا، اور ان سے پہلے ان کے والد پر تھا، اور اسی وجہ سے "فقیہ ابن

فقیہ'' کا لقب بھی آپ کو حاصل تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے موطأ کی تالیف شروع فرمانے والے آپ ہی تھے، جس میں انہوں نے امام مالک کی فقہی آراء کو احادیث کے بغیر جمع کرنا شروع کیا تھا، جس کو امام مالک نے پسند فرمایا، آپ کی ان خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے اہلِ علم آپ کو ''مفتی أهل المدينة '' کے لقب سے پکارتے تھے، کتبِ احادیث میں بھی ان سے مروی روایات کا ذکر ملتا ہے، آپ کی وفات لگ بھگ 212 ہجری کے آس پاس ہوئی۔

(5) اسد بن فرات بن سنان: افریقہ سے تعلق رکھنے والے مشہور مالکی عالم، فقیہ، محدث، مجتہد اور مجاہد تھے، امام مالک کے مایۂ ناز شاگردوں میں سے ہیں، فقہ مالکی کی نشر واشاعت اور ترجمانی میں سر فہرست ہیں، وقت کے امام وقاضی ہونے کے ساتھ ساتھ غازیوں میں بھی شمار ہوتا تھا، جہاد فی سبیل اللہ میں متعدد معرکے فتح کیے، اور بالآخر جہاد کرتے کرتے شہید بھی ہوئے، آپ کو''الفقیہ المغربی المالکی'' (یعنی اندلس اور دیگر مغربی ممالک کے فقیہ) کے لقب سے بھی جانا جاتا ہے، ولادت باسعادت 142 ہجری میں ہوئی، مدینہ میں امام مالک سے علم حاصل کیا، اور پھر عراق تشریف لے گئے، وہاں امام ابو یوسف اور امام محمد سے علمی استفادہ کیا، اس طرح ''فقہ المدینہ'' اور ''فقہ العراق'' کے جامع اور ان دونوں علمی مراکز کے بیش بہا علوم کو اپنے سینے میں سموئے ہوئے تھے۔

(6) علی بن زیاد طرابلسی: فقہ مالکی کے امام ومفتی اور مشہور مالکی فقہاء میں سے ہیں، بلکہ مالکیہ کے کبار علماء وفقہاء میں سرِ فہرست ہیں، ''حافظُ الحديث '' کے لقب سے بھی جانے جاتے تھے، امام مالک کی مؤطا کے راوی، اور ان کے کبار اور مایۂ ناز تلامذہ میں شمار ہوتا ہے، آپ وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے افریقہ، تیونس اور دیگر مغربی ممالک میں مؤطا امام مالک کو داخل کیا، اور فقہ مالکی ان ممالک میں پھیلایا، اور مالکی مدرسہ کی بنیاد رکھی، آپ کی وفات امام مالک رحمہ اللہ کی وفات کے ٹھیک پانچ سال بعد 183 ہجری میں تیونس میں ہوئی۔

(7) عبداللہ بن عبدالحکم: مصر کے رہنے والے، فقہ مالکی کے مشہور عالم وفقیہ، صاحبِ تصانیف، اور امام مالک کے کبار تلامذہ میں سے ہیں، امام مالک سے موطا سماعت فرمائی، اور پھر امام مالک کے ہی کبار تلامذہ عبداللہ بن وہب، عبدالرحمٰن بن قاسم، اور اشہب وغیرہ سے سماعت کی، اور پھر

کتاب تالیف فرمائی، جس میں ان تمام حضرات سے سماعت کی ہوئی روایات کوقریب قریب الفاظ کے ساتھ جمع فرمایا۔

(8) یحییٰ بن یحییٰ مصمودی: کا شمار اتباعِ تابعین میں ہوتا ہے، فقہ مالکی کے مشہور عالم وفاضل، فقیہ اوراونچے درجے کے علماء و بزرگ میں سے شمار کیے جاتے ہیں، اندلس میں فقہ مالکی کے ناشر وترجمان تھے، منقول ہے کہ اندلس میں ان کے ہم پلہ عالم وفقیہ ملنا مشکل تھا، اسی لیے''عالم الأندلس فی عصرہ'' کے لقب سے ملقب ہوئے، ولادت 152ہجری میں ہوئی، مدینہ منورہ میں اس وقت امام مالک رحمہ اللہ کا علمی فیض رواں دواں تھا، چنانچہ آپ سفر کر کے تشریف لائے، اورامام مالک سے مؤطا کی سماعت کی، لیکن اسی دوران امام مالک رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا، اورموطأ کے چند ابواب سماعت سے رہ گئے، جن کو پھر آپ نے امام مالک کے دیگر کبار تلامذہ سے روایت کیا، چنانچہ مؤطا امام مالک کا مشہور نسخہ شیخ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کا روایت کردہ ہی ہے۔

(9)سحنون، عبدالسلام بن سعید التنوخی: فقہ مالکی کے مشہور عالم وفقیہ اوراونچے درجے کے علماء و بزرگ میں سے شمار کیے جاتے ہیں اپنے مضبوط حافظے اور تیز دماغی کی وجہ سے''سحنون'' (ایک قسم کے تیز پرندے کا نام) کے لقب سے زیادہ مشہور ہوئے، اوراسی لقب سے جانے جاتے ہیں، دینی علوم کی ابتداء مشہور مالکی فقیہ ومفتی''علی بن زیاد طرابلسی تیونسی'' سے کی، شیخ عبدالسلام بن سعید سحنون کی ایسی عمر تھی کہ آپ امام مالک رحمہ اللہ کی وفات سے قبل ان سے مل سکتے تھے، لیکن قلتِ معاش وروزگار اور مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے مدینہ تک سفر نہ کرسکے، اسی لیے امام مالک کے کبار تلامذہ واصحاب ابن القاسم، ابنِ وہب، اشہب، عبداللہ بن الحکم اور ابن الماجشون سے سماعت کرنے پر صبر کیا، جس کا آپ کو بہت افسوس رہتا تھا۔

فقہ مالکی کی تدوین میں سب سے نمایاں کام عبدالسلام بن سعید سحنون نے ہی کیا ہے، جن کو امام مالک سے براہِ راست شرفِ تلمذ تو حاصل نہیں، لیکن آپ کو امام مالک رحمہ اللہ کے تین بلند پایہ ومایہ ناز شاگرد ابن قاسم، ابن وہب اور اشہب سے شرف تلمذ حاصل ہے، اور فقہ مالکی کی مشہور کتاب ''المدونہ'' کے مرتب یہی''سحنون'' ہی ہیں۔

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط109) مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے جدید دنیا پر اثرات (حصہ2)

تاریخِ انسانی میں چند ہی ادوار ایسے گزرے ہیں جنہوں نے محض اپنے عہد ہی کو نہیں، بلکہ آنے والی صدیوں کے سیاسی وقانونی شعور کو بھی نئی جہت عطا کی۔ خلافتِ فاروقی ان ہی درخشاں ادوار میں سے ایک ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حکمرانی) محض ایک وسیع سلطنت کا انتظامی دور نہیں تھی، بلکہ قانون، عدل، جواب دہی اور انسانی مساوات پر قائم ایک ایسا عملی ماڈل تھی جس کے اثرات آج کی جدید آئینی ریاستوں میں واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

2۔ آئین کی بالادستی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قانون کسی حکمران کی خواہش کا نام نہ تھا، بلکہ وہ ایک ایسی اخلاقی وشرعی قوت تھی جس کے سامنے خلیفہ وقت اور عام شہری دونوں برابر تھے۔ یہی وہ تصور ہے جسے جدید سیاسی فکر میں Rule of Law کہا جاتا ہے یعنی قانون کی بالادستی، نہ کہ افراد کی۔

قانون کی بالادستی کا سب سے درخشاں مظہر وہ واقعات ہیں جن میں حضرت عمر ایک عام شہری کی حیثیت سے عدالت میں پیش ہوئے۔ ایک مشہور واقعہ میں ایک مصری قبطی نوجوان نے گورنر مصر کے بیٹے کے خلاف شکایت کی۔ حضرت عمر نے نہ صرف شکایت سنی بلکہ گورنر کے بیٹے کو سزا دلوائی اور تاریخی جملہ ارشاد فرمایا: ”مَتَى اسْتَعْبَدْتُمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ أُمَّهَاتُهُمْ أَحْرَارًا“ [1]

ترجمہ: تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنالیا، حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا۔

یہ واقعہ محض اخلاقی خطابت نہیں بلکہ ریاستی طاقت کے احتساب کی ایک عملی مثال ہے۔ جدید دنیا میں یہی اصول اس تصور کی بنیاد بنتا ہے کہ State authority is accountable before law۔

---

[1] ابن الجوزی، مناقب عمر بن الخطاب دار الکتب العلمیۃ ص 130

www.idaraghufran.org

حضرت عمر کی عظمت کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے خلاف آنے والے فیصلوں کو بھی بلاتردد قبول کرتے تھے۔ایک موقع پر ان کے لباس کے بارے میں سوال اٹھا کہ بیت المال سے سب کو ایک چادر ملی تھی،مگر خلیفہ کے لباس میں دو چادریں دکھائی دیتی ہیں۔حضرت عمر نے مجمع کے سامنے وضاحت پیش کی اور اپنے بیٹے عبداللہؓ کو گواہ بنایا:"أيها الناس اسمعوا وأطيعوا""اے لوگو سنو اور اطاعت کرو"اس پر ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا:"لا سمع ولا طاعة""نہ سننا اور نہ ہی اطاعت کرنا ہے"حضرت عمر نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ ہم سب کو بیت المال سے ایک ایک چادر ملی تھی،جبکہ آپ کے جسم پر دو چادریں دکھائی دیتی ہیں،یہ اضافی کہاں سے آئیں؟ حضرت عمر نے فوراً اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کو بلایا اور فرمایا کہ وضاحت کریں۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"إن أبي رجل طويل، ولم تكفه ثوبه، فأعطيته ثوبيي""میرے والد لمبے قد کے ہیں،ایک چادر ان کے لیے کافی نہ تھی،اس لیے میں نے اپنی چادر انہیں دے دی"تب اس شخص نے کہا کہ:"الآن سمعًا وطاعة"(ابن الجوزی،مناقب عمر بن الخطاب ص ۸۷)

یہ طرزِ عمل اس بات کی علامت ہے کہ حکمران خود کو عوامی احتساب سے بالاتر نہیں سمجھتا تھا۔یہی اصول آج جدید ریاستوں میں Public Transparency اور Accountability کے نام سے جانا جاتا ہے۔

Rule of Law جدید آئینی ریاست کا بنیادی ستون ہے جس میں آئین سب سے بالاتر ہوتا ہے۔حکمران قانون سے مستثنیٰ نہیں ہوتا،اور عدلیہ آزاد ہوتی ہے۔شہریوں کے حقوق محفوظ ہوتے ہیں۔یہ تمام اصول اگرچہ جدید سیاسی اصطلاحات میں بیان ہوتے ہیں،مگر ان کی عملی مثال ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ملتی ہے۔

مغربی مفکر A.V Dicey نے Rule of Law کے تحت تین اصول بیان کیے ہیں۔قانون کی بالادستی۔قانون کے سامنے مساوات۔انفرادی حقوق کا تحفظ۔یہ تینوں اصول خلافتِ فاروقی میں نہ صرف موجود تھے بلکہ روزمرہ حکمرانی کا حصہ تھے۔

Dicey, A. V. Introduction to the Study of the Law of the Constitution. London: Macmillan, 1885.p 135

پیارے بچو!

مولانا محمد ریحان

جلتی کلاس اور بجھتی سانسیں

پیارے بچو!اسلام آباد کی سردشامیں اپنے عروج پر تھیں۔سورج مغربی پہاڑیوں کے پیچھے آہستہ آہستہ ڈوبنے کی تیاری کررہا تھا،اوراس شام سورج کی سنہری کرنیں یونیورسٹی کی عمارتوں کوآخری دفعہ چھورہی تھیں۔فضا میں ہلکی سی خنکی گھلی ہوئی تھی،ایسی خنکی جوسانسوں کوتازہ کردیتی ہےاوردل میں ایک عجیب ساسکون اتاردیتی ہے۔درختوں کے پتوں پرشام کی ہواسرگوشیاں کررہی تھی،جیسے دن اپنی تھکن اتارکررات کےحوالے ہوناچاہتا ہو۔کلاس روم کی کھڑکیوں سے باہر نیلا ہوتا آسمان دکھائی دے رہا تھا،جس پرسرمئی بادلوں کی ہلکی چادریں بکھری ہوئی تھیں۔اندرلکڑی کی کرسیوں پر بیٹھےلڑکے کبھی کتابوں میں جھکتے،کبھی آہستہ آواز میں باتیں کرتے۔کوئی آنے والےامتحان کی فکر میں تھا،کوئی شام کی چائے اورہوسٹل کی گرماگرم محفل کاخواب دیکھ رہا تھا۔

کمرے میں ایک معمولی سی خاموشی تھی،وہ خاموشی جوکسی بڑے حادثے سے پہلےفطرت خوداوڑھ لیتی ہے۔ہواکے جھونکےکبھی دروازےکو ہلکے سے ہلاتے،توکبھی پردوں کوجنبش دیتے۔اسی لمحے ایک انجانی سی بوفضامیں تیرنے لگی،ہلکی،مگرچونکانے والی۔علی نے کتاب سےنظریں اٹھاکرآہستہ سے کہا،تم لوگوں کوکچھ عجیب محسوس نہیں ہورہا؟کسی نے لاپروائی سے جواب دیا،شایدسردی کی وجہ سے ہو۔لیکن شام کی وہ پُرسکون کیفیت جیسےٹھہرسی گئی تھی۔ہوا کی روانی میں بےچینی شامل ہوچکی تھی،اورسورج کی آخری کرن غائب ہوتے ہی کمرے پرایک بوجھل ساسایہ پھیل گیا۔کسی کوخبرنہ تھی کہ یہ خاموشی محض چندلمحوں کی مہمان ہےاوراس کے بعدآگ،دھواں اورچیخوں کاایک ہولناک منظرجنم لینےوالاہے۔

یکایک ایک زوردار دھماکہ ہوا۔نزدیک کی عمارتوں کے شیشے دھمک کی زور سے چکناچور ہوگئے۔دورکی عمارتوں میں بیٹھےلوگوں کوزندگی کاآخری زلزلہ محسوس ہوا۔کھڑکیاں دھمک اٹھیں۔ آگ کے شعلے چھت تک لپک گئے۔لڑکے گھبراکرکھڑے ہوئے۔اسی ہڑبونگ میں سمیع آگ کی

www.idaraghufran.org

لپیٹ میں آ گیا۔اس کی چیخ کمرے میں گونج اٹھی، بچاؤ! بچاؤ! آگ اس کے کپڑوں سے لپٹی ہوئی تھی اور دھواں آنکھوں کو جلا رہا تھا۔دوسری طرف دور کی عمارتوں میں موجود طلباء میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔کوئی کہہ رہا تھا کہ زلزلہ ہے،تو کوئی دھماکہ اور کوئی کہہ رہا تھا کہ خودکش حملہ ہے۔یہ سن کرسب طلباء میں افراتفری مچ گئی،اورسب اپنی کلاسوں سے بھاگ اٹھے۔

جلتی ہوئی عمارت میں حارث نے بلند آواز میں کہا،سب پیچھے نہیں ہٹنا،مدد کرو!اس نے اپنی جیکٹ اتاری اور آگ کی طرف لپکا۔حمزہ نے کرسی اٹھا کر دروازہ کھولنے کی کوشش کی، جبکہ فہد پانی کی بوتلیں لے آیا۔علی نے چیخ کر کہا،سمیع کو لٹا دو، زمین پر! چند لمحوں میں سب ایک مقصد پر اکٹھے ہو گئے۔لڑکوں نے سمیع کو زمین پر لٹایا۔حارث نے جیکٹ سے شعلوں کو دبایا،فہد نے پانی بہایا،اور حمزہ نے کپڑے سے آگ کو کچل دیا۔دھواں چھٹنے لگا،مگر سمیع کا جسم بری طرح جھلس چکا تھا۔وہ ہانپتے ہوئے بولا،مجھے''مجھے ٹھنڈا لگ رہا ہے''علی نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا،ہمت رکھو،ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ایمبولینس آئی تو سب لڑکے خاموش ہو گئے۔سمیع کو اسٹریچر پر رکھا گیا۔جاتے جاتے اس نے کمزور سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا،تم سب ا۔ا۔اچھے ہو۔ہسپتال میں اس کے جسم پر پٹیاں باندھی گئیں،اتنی کہ وہ کسی قدیمی مصری ممی کی طرح لگنے لگا خاموش،سفید،اوروقت کے سپرد۔

رات بھر دوستوں کی آنکھوں میں نیند نہ آئی۔کوئی دعا کر رہا تھا،کوئی خاموش بیٹھا تھا۔حمزہ نے آہستہ کہا،کاش ہم پہلے بو پر دھیان دیتے۔حارث نے جواب دیا،ہم نے جو کر سکتے تھے،کیا۔اصل بات یہ ہے کہ ہم نے ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑا۔اگلی صبح خبر آئی سمیع اب اس دنیا میں نہیں رہا۔

کمرہ خاموش ہو گیا۔علی کی آواز رندھ گئی، وہ ہمیشہ کہتا تھا،دوست مشکل میں پہچانے جاتے ہیں۔

فہد نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا،وہ ہمیں یہی سبق دے گیا ہے۔

کلاس روم دوبارہ بنا،مگر وہ دن ہمیشہ کے لیے دلوں میں رہ گیا۔لڑکوں نے سمجھ لیا کہ مصیبت میں بھاگنا نہیں،ہاتھ بڑھانا ہوتا ہے۔آگ شعلوں سے نہیں،تنہائی سے زیادہ جلتی ہے؛اور جب سب ساتھ ہوں تو شعلے بھی بجھ جاتے ہیں۔

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط98) مفتی طلحہ مدثر

زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ:16)

معزز خواتین! پچھلی قسط میں چہرے اور ابرو کے بالوں کو کاٹنے اور موڈنے سے متعلق کچھ ایسی تفصیل بیان کی گئی تھی، جو ہمارے یہاں عمومی طور پر بیان کی جانے والی رائے سے تھوڑی مختلف تھی ،جس میں صرف فقہ حنفی یا مخصوص اہلِ علم کی رائے بیان نہیں کی گئی، دیگر علماء کی رائے کو بھی ذکر کردیا گیا تھا، تاکہ امت کی خواتین جن کا تعلق صرف ایک فقہ سے نہیں ہوتا، ان کے لیے بھی گنجائش پیدا ہو جائے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل تھا کہ:

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں میں سے جب کسی شخص کو اپنے بعض کام کے لیے بھیجتے تھے ،تو فرماتے تھے، خوشخبری سناؤ، (بے زاری اور) نفرت پیدا نہ کرو، اور آسانی پیدا کرو، مشکل نہ بناؤ۔ (صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسير ،باب في الأمر بالتيسير، وترك التنفير ،رقم الحدیث6-1732)

سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد کی تعمیل کی گئی تھی ،جس کی بنا پر اس روایتی رائے کے ساتھ ساتھ دیگر اقوال کا بھی ذکر کیا گیا تھا، تاہم بعض افراد کا چونکہ مطالعہ نہیں ہوتا ، یا انہوں نے ہمیشہ ایک ہی حکم بچپن سے سنا یا پڑھا ہوتا ہے، سو وہ ان کے دل ودماغ پر اتنا پختہ ہو چکا ہوتا ہے، کہ وہ اس کو فرض کا درجہ دیتے ہیں، جیسے نماز روزہ ،فرض ہے، حالانکہ اس طرح کے معاملات میں اتنی سختی نہیں ہوتی، بلکہ اہلِ علم کا باہم اختلاف موجود ہوتا ہے، یہ مضمون چونکہ عام خواتین کے لیے ہوتا ہے، اس لیے اس کے محدود صفحات میں اس بات کی گنجائش موجود نہیں ہوتی کہ اس میں ہر ہر چیز کے دلائل بھی لکھے جائیں، ایسا کرنے سے ایک بات کئی کئی صفحات میں پھیل جائے گی ، اور اصل بات ذہن سے نکل جائے گی ، تاہم اتنا ضرور ہے کہ ہر بات کے دلائل اور حوالہ جات موجود ہوتے ہیں، جس پر مذاکرہ اور بات چیت کے لیے ہم ہمیشہ تیار اور حاضر ہیں، لیکن یہ پلیٹ فارم اس بات چیت کے لیے موزوں نہیں ہے، اس کے لیے ہم سے رابطہ کیا جا سکتا ہے، جس کو ہم کھلے دل سے تسلیم کرتے

www.idaraghufran.org

ہیں اور قارئین کا حق سمجھتے ہیں، کہ وہ اس سلسلے میں ہم سے گفت وشنید کریں۔

اس سلسلے میں ہم متعدد موقعوں پر بارہا ذکر کر چکے ہیں، کہ ہم فقہ حنفی کے ساتھ ساتھ اہل سنت والجماعت کے دیگر علماء کرام کی رائے بھی ذکر کرتے ہیں، اور عوام کے لیے ان مختلف اقوال میں سے کسی بھی رائے اور قول پر عمل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں، جس کے حوالہ جات اور دلائل ادارہ غفران سے شائع ہونے والے علمی وتحقیقی رسائل کے جلد نمبر 8 میں موجود ہیں، جن کو بوقتِ ضرورت ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے

اس سلسلے میں ہم نے بغیر کسی علمی خیانت کے واضح الفاظ میں یہ ذکر کردیا تھا، کہ حدیث شریف میں بال اکھاڑنے پر ممانعت تو بیان کی گئی ہے، لیکن اس کی تفصیل بیان نہیں کی گئی کہ اس سے کونسے عضو کے بال مراد ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی ذاتی رائے میں اس حکم کو چہرے کے کسی عضو کے ساتھ خاص نہیں فرماتے بلکہ وہ چہرے کے کسی بھی جگہ سے بال نوچنے کو لعنت کا مستحق سمجھتے ہیں، اسی رائے کو بہت شہرت حاصل ہے، اور عام طور پر یہی رائے زیادہ تر بیان کی جاتی ہے، لیکن دوسرے فقہاء تو درکنار خود حنفی فقہ کے علماء بھی اس رائے سے مکمل اتفاق نہیں کرتے، اور بعض صورتوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، جیسا کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

اس کے برعکس بہت سے حضرات اس لعنت کے حکم کو اتنا عام نہیں سمجھتے، جس کا ذکر ہم نے کیا تھا اسی کے کچھ حوالہ جات ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث

بہت سے حضرات اس چیز پر اعتراض کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ صحابی کی رائے سے اختلاف کیسے کیا جاسکتا ہے، سو انتہائی عاجزی سے عرض ہے، کہ ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی رائے کو جتنا بھی عظیم تر بنالیں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا درجہ حاصل نہیں کرسکتی، ان حضرات کی رائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اور احکامات کی طرح لازم نہیں ہوا کرتی، تاہم اس سب کے باوجود ہم کوئی اور رائے موجود نہ ہونے کی صورت میں حتی الامکان صحابی

www.idaraghufran.org

کی رائے کو سرآنکھوں پر رکھتے ہیں، اور اس کی پیروی کی قائل ہیں، البتہ اگر صحابہ میں باہم اختلاف ہوجائے، اور ہم کسی ایک صحابی کی رائے چھوڑ کر دوسرے صحابی کی ہی رائے اختیار کررہے ہوں، تو صحابی کی شان میں گستاخی کا الزام ہمارے کندھوں پر نہ ڈالیں، ہم تو صرف اختلاف ہی ذکر کررہے ہیں، خود سے اختلاف نہیں کررہے، چنانچہ اس مسئلہ میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اختلاف موجود ہے، ان کی رائے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تھوڑی مختلف ہے، جس کا ذکر ہم نے مختصراً کیا تھا، چنانچہ ''امام عبدالرزاق صنعانی'' اپنی کتاب میں نقل فرماتے ہیں: ''ابن ابی صقر کی اہلیہ سے روایت ہے، وہ حضرت عائشہ کے پاس موجود تھیں، تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، اے ام المومنین! میرے چہرے پر کچھ بال ہیں، کیا میں ان کو نوچ سکتی ہوں، میں اس عمل سے اپنے شوہر کے لیے خوبصورتی حاصل کرنا چاہتی ہوں؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا ''تم خود سے گندگی کو دور کرو، اور اپنے شوہر کے لیے ایسے کرو، جیسے کسی سے ملاقات کے وقت (تیار اور زینت اختیار) کرتی ہو''۔ (مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر5104)

اور حدیث کی ایک اور ''کتاب مسند ابن الجعد'' میں ہے: ''حضرت شعبہ ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں، کہ میری بیوی حضرت عائشہ اور زید بن ارقم کی امِ ولد کی خدمت میں حاضر ہوئی، ...... میری اہلیہ نے ایسی عورت کے بارے میں سوال کیا جو اپنی پیشانی کے بال مونڈے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''خود سے گندگی کو دور کرو جتنا ممکن ہوسکے''۔ (مسند ابن الجعد، حدیث نمبر154)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ رائے اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں ہے، چنانچہ اس کا ذکر علامہ ابنِ حجر نے فتح الباری میں، ابن ملقن نے التوضیح میں، ابن بطال نے بخاری کی شرح میں، علامہ شعیب ارنؤوط نے سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں کیا ہے، اور بہت سے فقہاء نے اس رائے کو اختیار کرتے ہوئے، مزید مسائل بیان کیے ہیں، یا اس رائے کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے، سو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے، کہ صحابہ کرام میں بھی اگر اختلاف موجود ہو، تو کسی ایک رائے کے اوپر اتنا اصرار غلط ہوتا ہے، کہ دوسری رائے پر عمل کرنے والے کو آپ گناہ گار قرار دینے لگ جائیں اور عام خواتین میں چونکہ دلائل سمجھنے کی استعداد نہیں ہوتی، تو ہم ان کے سامنے صرف نتیجہ رکھتے ہیں، اور آئندہ بھی یہی طرزِ عمل اختیار کیا جائے گا۔ (جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

گناہ پراعانت اورگناہ کے سبب کی تحقیق (چھٹی وآخری قسط)

آج کل گناہ پراعانت اورگناہ کے سبب کا مسئلہ،اہلِ علم اوران کے واسطہ سے،عوام میں زیرِ بحث آتا ہے،اور اس پرموجودہ دور میں مختلف مسائل کومتفرع کیا جاتا ہے،اوراس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی اصل حقیقت کی افہام وتفہیم میں چندعلمی تسامحات کی اتباع کی جاتی ہے۔

اس موضوع پرمفتی محمدرضوان صاحب نے اپنی ایک مفصل علمی وتحقیقی تالیف کے ضمن میں بحث کی ہے،اس تالیف کے مخصوص حصہ کوذیل میں قسط وارشائع کیا جارہا ہے(......ادارہ......)

چھٹی بات یہ ہے کہ اللہ اوراس کے رسول کی طرف سے جن چیزوں کی ممانعت کی تصریح کی گئی ہے،ان پردوسری ایسی چیزوں کوقیاس کرنا،ان فقہائے کرام کے نزدیک راجح نہیں،جن کے جواز کی خودان فقہائے کرام نے تصریح کردی ہو،بالخصوص جبکہ بعض منصوصات کے بھی حرام،یامکروہ تحریمی کے بجائے،مکروہ تنزیہی ہونے کا احتمال ہو،یاعمل کرنے والے کی نیت ہی کسی گناہ کی ہو،جیسا کہ عورتوں کے پاؤں مارنے کی غرض کی ’’لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَ ‘‘کے ساتھ تصریح خوداللہ تعالیٰ کی طرف سے موجود ہے۔ [1]

---

[1] وفيه دليل على أن الأمر بالقرار فى البيوت ليس على سبيل الوجوب(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۴، ص۷۵، كتاب جزاء الصيد،باب حج النساء)

ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن قيل كانت المرأة إذا مشت ضربت برجلها ليسمع صوت خلخالها أو يتبين خلخالها فنهين عن ذلك وقيل إن الرجل تغلب عليه شهوة النساء إذا سمع صوت الخلخال ويصير ذلك داعية له زائدة فى مشاهدتهن وقد علل ذلك بقوله تعالى :ليعلم ما يخفين من زينتهن فنبه به على أن الذى لأجله نهى عنه أن يعلم به ما عليهن من الحلى وغيره (تفسير الخازن، ج۳، ص ۲۹۳، سورة النور)

والمرأة مندوبة إلى الغلظة فى المقال إذا خاطبت الأجانب لقطع الأطماع فيهن(تفسير الخازن،ج۳، ص۴۲۴، سورة الاحزاب)

والمرأة مندوبة إلى الغلظة فى المقالة إذا خاطبت الأجانب لقطع الأطماع (تفسير البغوى،ج۳، ص ۶۳۵، سورة الاحزاب)

(مسئلة) المرأة مندوبة الى الغلظة فى المقال إذا خاطبت الا جانب لقطع الاطماع (التفسير المظهرى، ج۷، ص۳۳۸، سورة الاحزاب)

www.idaraghufran.org

ساتویں بات یہ ہے کہ استفتاء میں جس مسئلہ کے متعلق حکم معلوم کیا گیا ہے، اس کے بارے میں آخر میں جو مفتی صاحب موصوف کی طرف سے یہ تحریر کیا گیا ہے کہ:

”اگر یہ دیکھا جائے کہ بنانے والے نے بینک کی مناسبت سے کمرے بنوائے ہیں، تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کراہتِ تحریم ہے، اور اگر یہ سمجھا جائے کہ ایسے کمرے صرف بینک ہی کے لیے نہیں، دوسرے کاموں اور دفاتر کے لیے بھی بنتے ہیں، تو کراہتِ تنزیہ کہا جا سکتا ہے، اس میں مجھے ہنوز تردد ہے کہ اس کو مکروہ تحریمی کہا جائے، یا تنزیہی، دوسرے علماء سے بھی استصواب فرمالیں“

تو بظاہر اس کے حکم میں تردد کی وجہ امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے اختلاف کی بناء، اور حکم میں تردد و عدمِ تنقیح ہے، ورنہ مذکورہ معاملہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے، جبکہ بائع، یا مکان مالک کی نیت اس گناہ میں اعانت کی نہ ہو، نہ ہی وہ اپنی طرف سے خاص اس کام کی تعیین وتصریح کرے، خواہ خریدار اور کرایہ دار کی نیت ہو، اور اس نیت پر بائع و مکان مالک مطلع ہو، یا وہ زبان سے اس کا اظہار کرے۔

شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ متعاقدین کی طرف سے گناہ کے مقصود کی تصریح کرنا، اس لئے گناہ ہے کہ یہ تصریح گناہ والا فعل ہے، اور ظاہر ہے کہ جب تک بائع، ومکان مالک نہ تو خود زبان سے تصریح کرے، اور نہ ہی اس گناہ میں اعانت کی نیت کرے، بلکہ ایک مباح چیز کے ثمن، یا کرایہ کو حاصل کرنے، اور اس کے نفع سے فائدہ اٹھانے کی نیت کرے، تو یہ محض جائز ومباح چیز کے عوض میں استمتاع حاصل کرنا ہے، اور جس طرح دوسرے عاقد کی نیت کو دوسرے فریق کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا، اسی طرح اس کی تصریح کو بھی دوسرے فریق کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس نیت وتصریح کے گناہ کی ذمہ داری اسی ناوی اور تصریح کنندہ پر عائد ہوگی۔ [1]

---

[1] وإذا استأجر الذمي من المسلم بيتا ليبيع فيه الخمر لم يجز؛ لأنه معصية فلا ينعقد العقد عليه ولا أجر له عندهما، وعند أبي حنيفة -رحمه الله- يجوز. والشافعي -رحمه الله- يجوز هذا العقد؛ لأن العقد يرد على منفعة البيت ولا يتعين عليه بيع الخمر فيه فله أن يبيع فيه شيئا آخر يجوز العقد لهذا.

ولكنا نقول تصريحهما بالمقصود لا يجوز اعتبار معنى آخر فيه، وما صرحا به معصية (المبسوط، لشمس الائمة السرخسي، ج١٦، ص٣٨، كتاب الاجارات، باب الإجارة الفاسدة) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

البتہ جب معلوم ہو کہ دوسرا فریق اس مباح چیز کو گناہ کے کام میں استعمال کرے گا، جیسا کہ معلوم ہو کہ شیرہ خریدنے والا اس سے شراب بنائے گا، یا مکان میں شراب بیچے گا، یا بینک کو کرایہ پر دے گا، تو صاحبِ نہر کے نزدیک یہ گناہ میں اعانت کرنے والا تو نہیں، لیکن گناہ کی اعانت میں سبب بننے والا ہے، اس لئے ان کے نزدیک اس معاملہ کو زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی وخلافِ اولیٰ قرار دیا جاسکتا ہے۔

لیکن اس میں بھی دیگر حضرات کا اختلاف ہے، جو صاحبِ نہر کی اس بحث سے متفق نہیں، اور وہ کراہت کے قول کو صاحبین کے قول پر محمول کرتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اصولی اعتبار سے یہ نہ گناہ کی اعانت کرنے والا ہے، اور نہ ہی گناہ میں اعانت کا سبب بننے والا ہے، بلکہ یہ "سببِ محض" ہے، جس کی طرف کوئی بھی کراہت، وحرمت وغیرہ کا حکم منسوب نہیں کیا جائے گا، البتہ اگر گناہ کی نیت، یا تصریح کرے گا، تو اس گناہ کی نیت، یا تصریح بذاتِ خود گناہ ہوگی، لیکن اس کو گناہ کی اعانت، یا گناہ کا سبب پھر بھی قرار نہ دیا جائے گا۔

اور یہ حکم امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق ہے، جو متونِ حنفیہ میں مذکور ہے۔

اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا صلبِ عقد میں **احد المتعاقدین** کی طرف سے عملِ معصیت کی تصریح کو معصیت کی اعانت قرار دے کر علی الاطلاق حرام، یا مکروہ فرمانا، امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق راجح معلوم نہ ہوسکا۔

کیونکہ فقہائے کرام نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پے درپے تصریح کی ہے کہ غیر مسلم کو شراب بنانے کے لئے شیرہ کی بیع کرنا، اور بت پرستی، یا شراب فروخت کرنے کے لئے گھر کرایہ پر دینا جائز ہے، ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں صلبِ عقد میں خریدار، یا کرایہ دار کی طرف سے تصریح نہ ہونے کی قید مذکور نہیں، اور ان مقاصد کے لئے اجارہ پر دینا تصریح کا متقاضی ہے، البتہ بعض مشائخِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ولا بأس ببيع العصير ممن يجعله خمرا؛ لأن العصير مشروب طاهر حلال، فيجوز بيعه، وأكل ثمنه، ولا فساد فى قصد البائع إنما الفساد فى قصد المشترى، ولا تزر وازرة وزر أخرى.

(ألا ترى) أن بيع الكرم ممن يتخذ الخمر من عينه جائز لا بأس به، وكذلك بيع الأرض ممن يغرس فيها كرما ليتخذ من عنبه الخمر، وهذا قول أبى حنيفة، وهو القياس، وكره ذلك أبو يوسف ومحمد رحمهما الله استحسانا (المبسوط، لشمس الأئمة السرخسى، ج۲۴، ص۲۶، كتاب الاشربة)

www.idaraghufran.org

سمرقند نے غیر مسلم کی تخصیص کے ساتھ تصریح کی صورت میں گناہ نہ ہونے کا حکم بیان کیا ہے، جو بظاہر مرجوح قول پر مبنی ہے۔

بہر حال راجح یہ معلوم ہوا کہ جو چیز گناہ کے ساتھ مختص نہ ہو، اور اس میں فاعلِ مختار کے فعل کا تخلل واقع ہو، اس میں اس گناہ کے غیر فاعل (یعنی، بائع، یا موجر وغیرہ) کو امام ابو حنیفہ کے نزدیک معین علی المعصیت، یا مسببِ معصیت سمجھنا راجح نہیں، خواہ گناہ کی نیت، وتصریح کیوں نہ ہو۔

البتہ گناہ کی نیت، یا تصریح اپنی نوعیت کے اعتبار ولحاظ سے الگ گناہ، یا مکروہ کہلائے گی، خواہ یہ کہا جائے کہ اس کا دوسرے کے گناہ سے راضی ہونا، یا زبان سے گناہ کرنے کی تصریح کرنا گناہ ہے، یا کوئی اور تعبیر کی جائے، لیکن فی الواقع اس کو دوسرے فاعلِ مختار کے گناہ کی اعانت، یا اس کا سبب، یا اس کی علت سے تعبیر کرنا، امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق درست نہ ہوگا۔

پھر گناہ کی نیت وتصریح کرنا، نہ کرنا، ہر شخص کا اپنا اختیاری عمل ہے، ہر مسلمان اس کا مکلّف ہے کہ نہ تو کسی مباح فعل سے گناہ کی نیت کرے، نہ اپنی زبان سے تصریح کرے، بلکہ وہ جائز ومباح عقد سمجھتے ہوئے اپنی ضرورت وحاجت پوری کرنے، اور جائز تجارت ومنفعت کے حصول کی نیت کرے، بے شک دوسرا کوئی بھی نیت وتصریح کرے، اس کا وبال اس دوسرے کے سر پر ہی ہوگا، اور اگر کوئی اس کے سامنے اظہار کرے، تو وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ میں اس عمل سے خوش وراضی نہیں، اگر آپ اپنے اختیار سے یہ عمل کریں گے، تو اس کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔

البتہ اگر امام ابو حنیفہ کے علاوہ کسی دوسرے کے مذہب کی بنیاد پر کچھ اور کہا جائے، تو وہ اس دوسرے کا مذہب ہوگا، اس کو امام ابو حنیفہ کا مذہب سمجھنا، یا قرار دینا درست نہ ہوگا، اور کوئی دوسرے مذہب کو راجح سمجھے، یا اس کے مطابق عمل کرے، یا احتیاط کی وجہ سے اس کو اختیار کرے، تو یہ سب چیزیں اپنی جگہ درست ہیں۔

اصل مقصود یہ ہے کہ حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے جو اعانت علی المعصیت اور سببِ معصیت کی تقسیم کر کے ان پر اسی حیثیت سے جن احکام کی تفریع کی ہے، اور اس کو امام ابو حنیفہ کے مذہب پر متفرع کیا ہے، یہ محلِ کلام ونزاع ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے اپنے والد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

رحمہ اللہ کے اس اردو مقالہ کے حوالہ سے تحریر فرمایا کہ:

’’جو سببِ قریب فی نفسہٖ معصیت کا محرک نہ ہو، بلکہ اس میں معصیت فاعلِ مختار کے فعل سے صادر ہو، جیسا کہ شیرہ کا شراب بنانے والے کے ہاتھ فروخت کرنا، یا گھر کا ایسے شخص کو کرایہ پر دینا، جو اس میں شرک و بت پرستی کا ارتکاب کرے، تو اگر مسلم عاقد اس میں معصیت کی اعانت کی نیت کرے، تو حرام ہے۔

اور اگر نیت نہ کرے، اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ معاملہ کرنے والا، اس کو گناہ میں استعمال کرے گا، تو بلا کراہت جائز ہے، اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ اس کو بعینہٖ، بغیر کسی تغیر وصنعت کے گناہ میں استعمال کرے گا، تو مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ اس میں تغیر وصنعت، کر کے گناہ میں استعمال کرے گا، تو مکروہ تنزیہی ہے‘‘۔ [1]

مذکورہ عبارت میں جس صورت کو سببِ قریب ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی قرار دیا گیا ہے، اس میں چونکہ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کے اردو مقالہ میں مذکور حکم کی پیروی کی گئی ہے، جس سے توافق مشکل ہے، جیسا کہ پہلے گذرا۔

اور ہمارے نزدیک مذکورہ تفصیل کے مطابق امام ابو حنیفہ کا مذہب دلائل کے اعتبار سے بھی راجح ہے، اور موجودہ اور آئندہ پرفتن، اور جائز وناجائز امور ومعاملات کے شیوع کے دور میں لوگوں کے لئے یسر وسہولت کا بھی باعث ہے، جس کے برخلاف عمل کرنے میں بہت سی مشکلات پائی جاتی ہیں۔

اور جب کفار سے روپیہ، پیسہ کے عوض کوئی حلال چیز خریدی جائے، تو روپیہ، پیسہ نہ تو ایسی چیز ہے، جو گناہ کے ساتھ مختص ہو، اور نہ ہی اس کا گناہ میں استعمال فاعلِ مختار کے جدید فعل کے تخلل

---

[1] والقسم الثانی من السبب القریب، ما لیس بمحرک للمعصیة فی نفسه، بل تصدر المعصیة بفعل فاعل مختار، مثل بیع ممن یتخذه خمرا، أو إجارة الدار لمن یتعبد فیها للأصنام، فإن هذا البیع أو الإجارة وإن کان سببا قریبا للمعصیة، ولکنه لیس جالبا أو محرکا للمعصیة فی نفسه ...وحکم هذا النوع من السبب القریب أن البائع أو المؤجر إن قصد بذلک إعانة المشتری أو المستأجر علی معصیته، فهو حرام قطعا .أما إذا لم ینو بذلک المعصیة، فله حالتان :الحالة الأولی أنه لا یعلم أن المشتری یتخذ من العصیر خمرا .وفی هذه الحالة یجوز البیع بلا کراهة .أما إذا علم أنه یتخذه خمرا، فإن البیع مکروه ...فإن کان المبیع یستعمل للمعصیة بعینه، من غیر احتیاج إلی تغیره، فالکراهة تحریمیة، وإلا فهی تنزیهیة(بحوث فی قضایا فقهیة معاصرة، ج ۱ ،ص ۳۴۶ و۳۴۷، أحکام الودائع المصرفیة،مطبوعة: دارالقلم،دمشق)

www.idaraghufran.org

کے بغیر ممکن ہے، بلکہ اس کا حکم انگور کے شیرہ سے بنائی جانے والی شراب اور کرایہ کے مکان میں گرجا گھر وغیرہ بنانے سے بھی کمزور ہے۔

کیونکہ شیرہ سے تو بذاتِ خود شراب بنائی جاتی ہے، اور مکان میں بھی گرجا گھر بنایا جاتا ہے، جبکہ روپیہ پیسہ کا کسی دوسری چیز سے تبادلہ کرکے ہی گناہ قائم ہوتا ہے، اور اس کا کسی دوسری چیز سے تبادلہ کرنا تبدلِ عقد کا حکم رکھتا ہے، نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ بائع، مبیع کے عوض حاصل شدہ نے اس پورے ثمن، روپیہ پیسہ کو حرام کام میں استعمال کرے، اور کوئی اپنی دوسری جائز ضرورت پوری نہ کرے۔

اور فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ اگر شیرہ کے بجائے، انگور کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جائے، جو کہ اس سے شراب بنائے، تو وہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد، سب کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ اس میں گناہ وفساد، عین عقد سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ وہ دوسری عین سے حاصل ہوتا ہے، کیونکہ جس چیز کو پہلا عقد شامل تھا، وہ عقد تبدیل ہو چکا، اس لئے وہ بہرحال امام ابو حنیفہ اور صاحبین، سب کے نزدیک گناہ کی اعانت، یا گناہ کے سبب سے خارج ہے، اور اس گناہ کی نسبت پہلے عاقد کی طرف کرنا درست نہیں۔ [1]

اور اس کو امام ابوحنیفہ تو درکنار، دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک بھی گناہ میں اعانت، یا گناہ کا سبب سمجھنا، سخت جہالت پر مبنی ہے، جبکہ معلوم ہے کہ ان امور میں مسلمان نہ تو گناہ کی اعانت کی نیت کرتا، بلکہ اپنی ضرورت وحاجت پوری کرنے کی نیت کرتا ہے، اور نہ ہی وہ گناہ میں اعانت کی تصریح کرتا، ایسی صورت میں بھی گناہ گار قرار دینا، سوائے مخترع اجتہاد کے اور کیا ہوسکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے اس موقع پر گناہ میں استعمال ہونے والی چیز کو فروخت کرنے، یا کرایہ پر دینے کے مسائل پر تو بحث واختلاف فرمایا، لیکن کسی حربی، یا عاصی سے کوئی مباح چیز،

---

[1] إذا باع العصير ممن يتخذه خمراً فلا بأس به، وهذا قول أبى حنيفة، وعلى قول أبى يوسف ومحمد رحمهم الله :يكره، وأجمعوا على أنه إذا باع العنب أو الكرم ممن يتخذه خمراً إنه لا بأس به.

فوجه قولهما وهو الفرق بين العنب والعصير والفساد والفتنة من المشترى يحصل بعين ما يتناوله العقد، فصار كبيع السلاح من أهل الفتنة فى أيام الفتنة، وفى فصل العنب الفساد والفتنة من المشترى لا يحصل بعين ما يتناوله العقد، بل يحصل بعين آخر، فإن ما يتناول العقد يتبدل العقد، فكان بمنزلة ما لو باع الحديد من أهل الفتنة. ولأبى حنيفة رحمه الله :أن الفتنة والفساد لا تقع إلا بعد تغير المعقود عليه فى نفسه، فلا يكره كبيع الحديد من أهل الفتنة والفساد(المحيط البرهانى، ج٧، ص ١٤١، كتاب البيع، الفصل الخامس والعشرون)

www.idaraghufran.org

دراہم ودنانیر کے عوض میں خریدنے کے مسئلہ کے عدمِ جواز کو سرے سے زیرِ بحث لایا ہی نہیں گیا،جس کی وجہ یہی ہے کہ دراہم ودنانیر اور روپیہ پیسہ کے ساتھ بذاتِ خود گناہ قائم نہیں ہوتا،اور اس کو کسی جدید عقد ومعاملہ کئے بغیر گناہ میں استعمال کرنا ممکن بھی نہیں ہوتا،اور اس کے بعد گناہ کی نسبت اول خریدار کی طرف کرنا، درست نہیں ہوتا، ورنہ تو صرف کفار سے ہی نہیں، بلکہ کسی ایسے مسلمان سے بھی کوئی مباح وجائز چیز خریدنا جائز نہ ہوتا، جو اس پیسے اور آمدنی کو کسی گناہ کے کام میں استعمال کرے،اور آج کل ایسے مسلمانوں کی تعداد کم نہیں ہے، جو روپیہ پیسہ کو ناجائز کاموں میں استعمال نہ کرتے ہوں۔

ظاہر ہے کہ اگر اس کو گناہ میں اعانت شمار کیا جائے،تو بہت سے مسلمانوں کے باہمی معاملات اور تجارت وصنعت سے بھی بائیکاٹ کا حکم کرنا بھی ضروری ہوگا۔

اور آج کل تجارتی بائیکاٹ میں بائیکاٹ کئے جانے والے لوگوں سے کسی چیز کے فروخت کرنے کا بائیکاٹ کرنے کے بجائے،ان سے جائز چیزوں کی خریداری کرنے سے بائیکاٹ کیا جاتا ہے،اور اس کو کفار کی اعانت قرار دیا جاتا ہے،لیکن اس کے برعکس مسلمانوں کو اپنی اشیاء،ان کے ہاتھ فروخت کرنے،یا ان کو کرایہ پر دینے سے بائیکاٹ نہیں کیا جاتا،اور اس کو ان کی اعانت نہیں سمجھا جاتا۔

جس سے ظاہر ہوا کہ موجودہ زمانہ کا یہ مروجہ بائیکاٹ،جس پر اپنی توانائیوں کو رات ودن خرچ کیا جاتا ہے،اور اس کو فرض وواجب تک سمجھا جانے لگا ہے،اور اس پر عمل پیرا ہونے کو بڑی عبادت تصور کیا جاتا ہے،شرعی وفقہی اعتبار سے یہ ترکِ اعانت میں داخل نہیں،اور اس کی خلاف ورزی کو کفار کی اعانت ومدد قرار دینا بھی درست نہیں۔

اور اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے حربی وغیر حربی کی تفریق کئے بغیر کفار اور ہنود ویہود سے جائز اشیاء کی خریداری کا عمل مسلسل سرانجام دیا،جس میں کفار کی گناہ میں اعانت کی نہ تو حقیقی نیت ہوتی تھی،نہ حکمی نیت ہوتی تھی،اگرچہ وہ کفار اس روپیہ،پیسہ کو گناہ میں کیوں نہ استعمال کرتے ہوں۔

کیونکہ عاقدین کے درمیان بیع وشراء کے عمل کی تکمیل کے بعد جس طرح مبیع میں ملکیت تبدیل ہوجاتی ہے،اسی طرح ثمن میں بھی ملکیت تبدیل ہوجاتی ہے،اور اب مبیع اور ثمن میں عاقدین کے تصرف کرنے کا اختیار اور ذمہ داری الگ الگ ہوجاتی ہے،اور عقد سے پہلے کی طرح نہیں رہتی۔

www.idaraghufran.org

اب اگر کسی کی طرف سے زور لگا کر، کفار سے روپیہ پیسہ کے عوض میں مباح اشیاء کی خریداری کو بالفرض بعیدی سبب بھی قرار دیا جائے، تب بھی اس کو گناہ میں اعانت سمجھنا، یا گناہ کا سبب سمجھنا، درست نہیں، چہ جائیکہ اس فعل کے مرتکب کو ایمان کے ادنیٰ درجہ پر قائم رہنے کے حکم سے بھی خارج قرار دیا جائے، جیسا کہ آج کل ''تجارتی بائیکاٹ'' کے حامی غالیین ومفرطین کا دعویٰ ہے۔

اور مکروہ تنزیہی سے خلافِ اولیٰ ہونا، پیچھے ذکر کیا جاچکا ہے، اور خواہ مکروہ تنزیہی کہا جائے، یا خلافِ اولیٰ، بہر حال یہ فعلِ مباح میں ہی داخل ہے، بشرطیکہ اس کے جواز کی حدود وقیود کی بھی رعایت کی جائے، جس کو واجب سمجھنا، یا اس کے ارتکاب کو فعلِ منکر جاننا، یا اس کے مرتکب پر نکیر کرنا، یا اس کو حلال کے بجائے حرام، اور اس سے بڑھ کر کبیرہ گناہ سمجھنا، سب ناجائز ہے۔ [1]

اور جب کوئی اس کے جواز کی حدود وقیود کو بھی پامال کردے، اور اس عنوان سے منکرات کا مرتکب ہو، تو پھر اس کے حق میں اس کے جواز کا برقرار رہنا بھی مشکل ہے۔

چنانچہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو کام کرنے کے ہیں، ان کی طرف، تو کبھی التفات (وخیال) بھی نہیں ہوتا اور یہ بائیکاٹ وغیرہ، ان سے کام چلتا ہے؟ اگر انبیاء علیہم السلام بھی نرے بائیکاٹ سے کام لیتے، تو ہرگز دین کی اشاعت نہ ہوتی، کام تو کام کے طریقہ اور ہر موقع پر اس کے مناسب عمل سے ہوتا ہے'' (''الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ'' مشمولہ: ملفوظاتِ حکیم الامت، جلد نمبر۳ ص ۷۰، ۷۱، ملفوظ نمبر ۶۹، ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخ اشاعت: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ)

نیز فرماتے ہیں:

''کوئی فقہی روایت دکھلائیں کہ کفار سے خریدنا، ناجائز ہے، البتہ بعض اشیاء کا فروخت کرنا بے شک ممنوع ہے اور اس میں ایک راز ہے، وہ یہ ہے کہ اعیان (خاص اسلحہ وغیرہ) میں تو خود بلا واسطہ نفع پہنچتا ہے اور نقود (روپیہ پیسہ) میں بواسطہ ہوتا ہے، مثلاً لوہا ہے کہ

---

[1] والحلال اصطلاحا :هو الجائز المأذون به شرعا .وبهذا يشمل المندوب والمباح والمكروه مطلقا عند الجمهور، وتنزيها عند الحنفية، من حيث جواز الإتيان بها وعدم امتناعه شرعا، مع رجحان الفعل فى المندوب، وتساوى الفعل والترک فى المباح، ورجحان الترک فى المكروه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۸، ص ۷۴، مادة"حلال" حرف الحاء)

www.idaraghufran.org

خود وہی لوہا کام میں لاسکتے ہیں، تو اگر اس کا مسلمانوں کے مقابلے میں استعمال کریں گے، مسلمانوں کو ضرر پہنچے گا اور روپیہ بعینہ کام میں نہیں آتا، بواسطہ کام آتا ہے، تو اس سے اگر ضرر ہوگا، بواسطہ ہوگا، جس میں فاعلِ مختار کا تخلّل ہے (یعنی خود وہ شخص درمیان میں حائل ہے، جو یہ کام کررہا ہے) فقہاء نے اس راز کو سمجھا ہے، دوسروں کو کیا حق ہے اجتہاد کا کہ خوامخواہ احکام میں ٹانگ اڑائیں'' (''الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ'' مشمولہ: ملفوظات حکیم الامت، جلدنمبر۷ص ۱۹۸، ملفوظ نمبر ۲۸۹، ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: محرم ۱۴۲۴ھ)

اور حضرت موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں:

آئندہ دلائل میں جو قصہ ثمامہ کا مذکور ہے، اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ ''بائیکاٹ'' نہ کرنے کو ''موالاۃ'' کہنا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ''موالاۃ'' کی تہمت لگانا ہے (اشرف السوانح ج۳، ص ۱۷۳، مضمونِ رابع ''الروضۃ الناضرہ فی المسائل الحاضرۃ'' المسئلۃ الثالثۃ، ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت ۱۴۱۴ ہجری)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی محارب کفار سے خرید وفروخت اور تجارت کا بائیکاٹ نہ کرنے پر کافروں سے دوستی، یا ان کی مدد کرنے والا، یا غیرتِ ایمانی کے خلاف کے مرتکب وغیرہ ہونے کا جو الزام بھی عائد کرے گا، اس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا لازم آئے گا۔

نیز موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں:

ان معاملات (یعنی حربی وغیر حربی کفار سے خرید وفروخت اور دیگر جائز چیزوں میں عقود) کو بمعنیٰ مناصرہ ومعاونتِ غیر جائزہ (یعنی حربی وغیر حربی کافروں کی ناجائز مدد وامداد) کہنا محض بلا دلیل ہے، ورنہ فقہاء ان معاملات کو جائز نہ فرماتے، اور راز اس میں یہ ہے کہ ان معاملات (تجارت وخرید وفروخت) سے مقصود، اپنی مصلحت ہے، حالاً، یا مآلاً، نہ کہ کفار کی، یا اگر ان (کفار) کی مصلحت بھی ہے، تو وہ اسلام کو مضر نہیں، جو معاملات، کسی درجہ میں اعانت غیر کے افراد بن سکتے ہیں، فقہاء نے خود ان میں سے بہت مواد کو جائز فرمایا ہے (جیسے شراب بنانے والے کو شیرہ فروخت کرنا) اور یہ (جائز چیز کی خرید وفروخت) تو اعانت ہی نہیں، گو دوسرے کا نفع لازم آجاوے

(اشرفُ السوانح ج۳ص۱۷۵،مضمونِ رابع،الروضۃ الناضرہ فی المسائل الحاضرۃ،المسئلۃ الرابعۃ عشر’’کفار کے ساتھ معاملات‘‘ناشر:ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان،سنِ طباعت۱۴۱۴ہجری)

اورایک مقام پرموصوف اس مروجہ بائیکاٹ کے متعلق ہی فرماتے ہیں:

یہ واقعہ بھی متعدد گناہوں پر مشتمل ہے،ایک مباح فعل کے ترک پر مجبور کرنا،کیونکہ بجز خاص تجارتوں کے،سب اشیاء کی خرید وفروخت کا معاملہ،اہلِ حرب تک کے ساتھ بھی جائز ہے،چہ جائیکہ معاہدین کے ساتھ (اشرف السوانح ج۳،ص۲۰۳،مضمونِ ثامن رسالہ ’’معاملۃ المسلمین فی مجادلۃ غیرالمسلمین‘‘ناشر:ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان،سنِ طباعت۱۴۱۴ہجری)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ جو کفار معاہدین نہ ہو، بلکہ اہلِ حرب ہوں،ان سے مخصوص اشیاء(مثلاً حرام چیز،یااسلحہ وغیرہ) کے علاوہ سب چیزوں کی خرید وفروخت جائز اور مباح فعل ہے،اور جس نے مکروہ کہا،اس سے خلافِ اولیٰ مراد ہے،جو مباح ہی کے قبیل سے ہے،جیسا کہ گذرا،پس فعلِ مباح پر،امرِ منکر کی طرح نکیر کرنا،کیونکر جائز ہوگا۔

فقہائے کرام نے تو اجتہادی واختلافی مسائل میں بھی نکیر کرنے کو منکر قرار دیا ہے،چہ جائیکہ جو فعل مجتہدین معتبرین کی تصریحات کے مطابق منکر ہی نہ ہو،اس پر نکیر کی جائے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جس مسئلہ میں صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہو،اس کی کوئی جانب شرعی حیثیت سے منکر نہیں کہلائے گی،کیونکہ دونوں آراء کی بنیاد قرآن وسنت اوران کے مسلمہ اصول پر ہے،اس لیے دونوں جانبین داخلِ معروف ہیں،زیادہ سے زیادہ ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح کہا جاسکتا ہے،اس لیے ان مسائل مجتہد فیہا میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی کسی پر عائد نہیں ہوتا، بلکہ غیر منکر پر نکیر کرنا خود ایک منکر ہے(جواہر الفقہ،جلداول،ص۴۰۸،مضمون’’وحدتِ امت‘‘مطبوعہ:مکتبہ دارالعلوم کراچی،طبع جدید:ذی الحجہ1431ھ،نومبر2010ء)

اس مسئلہ کی مزید تفصیل وتحقیق ہماری مطبوعہ تالیف’’موالات،بائیکاٹ وتحریکات کا شرعی حکم‘‘ مشمولہ:’’علمی وتحقیقی رسائل،جلد25‘‘میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

کیاآپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات،مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

’’رسومِ افتاء واصولِ افتاء‘‘ پر کلام (قسط:11)

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے’’**عقدُ الجید فی أحکام الإجتهاد و التقلید**‘‘میں ’’**متبحر فی المذهب**‘‘ کے بارے میں مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں۔

پھر شاہ ولی اللہ صاحب نے جس قول کو مختار قرار دیا ہے، وہ یہ ہے کہ:

’’جس نے کوئی ایسی حدیث پائی، جو اس کے مذہب کے مخالف ہے، تو وہ غور کرے، اگر اس کو اجتہادِ مطلق کے ذرائع مکمل طور پر حاصل ہیں، یا خاص اس باب میں حاصل ہیں، یا خاص اس مسئلہ میں حاصل ہیں، تو اس کو اس پر عمل کرنے میں استقلال حاصل ہوگا (یعنی وہ کسی مجتہد کی تقلید کا پابند نہیں ہوگا) اور اگر اس کو مذکورہ ذرائع مکمل حاصل نہیں اور بحث کے بعد اسے حدیث کی مخالفت کا کوئی شافی جواب نہیں ملتا، تو بھی اس کو اس حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، جبکہ اس حدیث پر اس امام کے علاوہ کسی اور مستقل امام (یعنی مجتہد) نے عمل کیا ہو، اور یہ اس کے لیے یہاں اپنے امام کا مذہب ترک کرنے میں عذر بن جائے گا، ابنِ صلاح کے اس قول کی نووی نے تحسین فرمائی ہے، اور اس کو برقرار رکھا ہے‘‘۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ تبحر کے لئے جو تمام ذخیرۂ احادیث پر گہری نظر ہونے، اور اجتہادِ مطلق کے

---

[1] والمختار ههنا هو قول ثالث وهو ما اختاره ابن الصلاح وتبعه النووی وصححه قال ابن الصلاح . من وجد من الشافعية حديثا يخالف مذهبه نظر إن كملت له آلة الإجتهاد مطلقا أو فی ذلک الباب والمسألة كان له الإستقلال بالعمل به وإن لم تكمل وشق مخالفة الحديث بعد أن يبحث فلم يجد لمخالفته جوابا شافيا عنه فله العمل به إن كان عمل به إمام مستقل غير الشافعی رحمه الله ويكون هذا عذرا فی ترک مذهب إمامه ههنا وحسنه النووی وقرره(عقد الجيد فی أحكام الاجتهاد والتقليد،ص ۵۹،۶۰ ،باب اختلاف الناس فی الأخذ بهذه المذاهب الأربعة وما يجب عليهم من ذلک ،فصل فی المتبحر فی المذهب، الناشر: دارالکتب، بشاور، الطبعة الأولى: ۱۴۳۴ھ، ۲۰۱۳م)

www.idaraghufran.org

ذرائع مکمل حاصل ہونے کی شرط لگائی جاتی ہے، وہ تمام مسائلِ شریعت میں اجتہاد سے متعلق ہے، کسی خاص باب، یا خاص مسئلہ سے تعلق، جب خاص اس باب، یا خاص اس مسئلہ میں ذرائع حاصل ہوں، تو اس کو اس خاص باب، یا خاص مسئلہ میں بھی استقلال حاصل ہوتا ہے۔

اور یہ مسئلہ اجتہاد میں تجزی پر مبنی ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ’’عقدُ الجید فی أحکام الإجتهاد والتقلید‘‘ میں فرمایا:

”واجتماع هذه العلوم إنما اشترط في المجتهد المطلق الذي يفتي في جميع أبواب الشرع ويجوز أن يكون مجتهدا في باب دون باب (عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد، ص ۸۰، باب بلاترجمة بعد فصل في العامي، الناشر: دارالكتب، بشاور، الطبعة الأولىٰ: ۱۴۳۴ھ، ۲۰۱۳م)

ترجمہ: اور مذکورہ علوم کا ’’مجتہدِ مطلق‘‘ میں ہونا، شرط ہے، جو شریعت کے تمام ابواب میں فتویٰ دے، اور یہ بات جائز ہے کہ کوئی ایک باب میں مجتہد ہو، دوسرے باب میں نہ ہو (عقدالجید)

اور ’’مسلمُ الثبوت ‘‘ کی شرح ’’فواتحُ الرحموت ‘‘ میں ہے کہ:

(والمفتي المجتهد من حيث يجيب السائل) فهو أخص منه (والمستفتي يقابله) أي السائل من المجتهد من حيث هو سائل (وقد يجتمعان) في شخص واحد بناء (على التجزى) في الاجتهاد فيكون في بعض المسائل مجتهدا مفتيا وفي بعضها مستفتيا (لتعدد الجهات) (فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج۲، ص ۴۳۲، خاتمة: الاجتهاد بذل الطاقة من الفقيه، فصل التقليد العمل بقول الغير من غير حجة، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولىٰ: 1423ھ۔ 2002ء)

ترجمہ: اور مفتی مجتہد اس حیثیت سے ہے کہ وہ سائل کو جواب دیتا ہے، پس وہ سائل کے مقابلہ میں خاص ہے، اور مستفتی اس کے مقابلہ میں ہے، یعنی مجتہد سے سوال کرنے والا، اس حیثیت سے کہ وہ سوال کرنے والا ہے۔ اور کبھی یہ دونوں صفات ایک شخص میں جمع ہو جاتی ہیں، اس بناء پر کہ اجتہاد میں تجزی ہو سکتی ہے، پس یہ بات ممکن ہے کہ ایک شخص بعض مسائل میں مجتہد اور مفتی ہو، اور بعض مسائل میں مستفتی ہو، جہات کے متعدد ہونے کی وجہ سے (فواتح الرحموت)

www.idaraghufran.org

اورعلامہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

وأما إذا كان مجتهداً في البعض فقد اختلف فيه، فقيل :يقلد فيما يعجز فيه عن الاجتهاد ويجتهد فيما لا يعجز بناءً على التجزي في الاجتهاد وهو الراجح عند الأكثر (خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق، ص ۳)

ترجمہ: اور جب بعض مسائل میں مجتہد ہو، تو اس میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ جن مسائل میں اجتہاد سے عاجز ہو، ان میں تقلید کرے گا، اور جن میں عاجز نہ ہو، ان میں اجتہاد کرے گا، یہ اس قول پر مبنی ہے، جس کی رُو سے اجتہاد میں تجزی جائز ہے، اور اکثر حضرات کے نزدیک یہی قول راجح ہے (خلاصۃ التحقیق)

جمہور کا یہی قول ہے کہ ان کے نزدیک اجتہاد میں تجزی جائز ہے، لہٰذا یہ بات ممکن ہے کہ ایک شخص بعض مسائل میں مجتہد ہونے کی وجہ سے مفتی ہو، اور بعض مسائل میں مجتہد نہ ہونے کی وجہ سے مستفتی ہو، اس حیثیت سے یہ دونوں صفات ایک شخص میں جہات کے متعدد ہونے کی وجہ سے جمع ہو سکتی ہیں، پس اگر ایک شخص بعض مسائل میں دوسرے مجتہدین کا مقلد ہو، تو وہ کسی دوسرے مسئلہ، یا بعض دوسرے مسائل میں اجتہاد کر کے، دوسرے مجتہد کی تقلید سے بری ہو سکتا ہے، اور جمہور کے نزدیک ایسا ممکن و جائز ہے، علامہ ابنِ عابدین شامی اور دیگر حضرات نے بھی اس بات کی صراحت کی ہے۔

پس ہم بحمد اللہ تعالیٰ پورے شرح صدر کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہم نے مبحوث فیہ مسئلہ کے تمام متعلقہ پہلوؤں کو ملحوظ رکھ کر کلام کیا ہے، جیسا کہ ہمارے مفصل فتوے سے ظاہر و باہر ہے۔

اور مجتہدین کے منقطع ہونے پر باحوالہ قدرے مفصل کلام آگے آتا ہے۔

اجتہاد و ترجیح کے لئے ہمیشہ مرفوع صحیح وصریح حدیث کا ہونا ہرگز شرط نہیں، کیونکہ ''اصولِ فقہ'' کے لئے کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ، اجماعِ امت، اور قیاسِ صحیح'' کے مراجع طے شدہ ہیں۔

پھر ان تمام اصولِ فقہ کو نظر انداز کر کے اجتہاد و ترجیح کو مذکورہ ایک چیز کے ساتھ مقید کرنے کا کیا مطلب؟

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ''**عقدُ الجيد في أحكام الإجتهاد والتقليد** ''میں ''**متبحر في المذهب**'' کو اپنے امام کے مذہب کے خلاف عمل کرنے کے بارے میں نہایت منقح ومحقق

www.idaraghufran.org

بحث کرتے ہوئے فرمایا:

إذا أراد هذا المتبحر فی المذهب أن یعمل فی مسألة بخلاف مذهب إمامه مقلدا فیها لإمام آخر هل یجوز له ذلک؟

اختلفوا فیه فمنعه الغزالی وشرذمة.وهو قول ضعیف عند الجمهور لأن مبناه علی أن الإنسان یجب علیه أن یأخذ بالدلیل فإذا فات ذلک لجهله بالدلائل أقمنا اعتقاد أفضلیة إمامه مقام الدلیل فلا یجوز له أن یخرج من مذهبه کما لا یجوز له أن یخالف الدلیل الشرعی .ورد بأن اعتقاد أفضلیة الإمام علی سائر الأئمة مطلقا غیر لازم فی صحة التقلید إجماعا لأن الصحابة والتابعین کانوا یعتقدون أن خیر هذه الأمة أبو بکر ثم عمر رضی الله عنهما وکانوا یقلدون فی کثیر من المسائل غیرهما بخلاف قولهما ولم ینکر علی ذلک أحد فکان إجماعا علی ما قلناه.

وأما أفضلیة قوله فی هذه المسألة فلا سبیل إلی معرفتها للمقلد الصرف فلا یجوز أن یکون شرطا للتقلید إذ یلزم أن لا یصح تقلید جمهور المقلدین ولو سلم ففی مسألتنا هذه هذا علیکم لا لکم لأنه کثیرا ما یطلع علی حدیث یخالف مذهب إمامه أو یجد قیاسا قویا یخالف مذهبه فیعتقد الأفضلیة فی تلک المسألة لغیره .

وذهب الأکثرون إلی جوازه منهم الآمدی وابن الحاجب وابن الهمام والنووی وأتباعه کابن حجر والرملی وجماعات من الحنابلة والمالکیة ممن یفضی ذکر أسمائهم إلی التطویل وهو الذی انعقد علیه الإتفاق من مفتی المذاهب الأربعة من المتأخرین واستخرجوه من کلام أوائلهم ولهم رسائل مستقلة فی هذه المسألة (عقد الجید فی أحکام الاجتهاد والتقلید،ص ۲۰ ،باب اختلاف الناس فی الأخذ بهذه المذاهب الأربعة وما یجب علیهم من ذلک ،فصل فی المتبحر فی المذهب، الناشر: دارالکتب، بشاور، الطبعة الأولیٰ: ۱۴۳۴ھ، ۲۰۱۳م)

ترجمہ:اگر متبحر فی المذهب کسی مسئلے میں اپنے امام کی رائے کو چھوڑ کر کسی دوسرے امام کی رائے کو اختیار کرنا اور اس پر عمل کرنا چاہے،تو کیا وہ کر سکتا ہے؟

اس بارے میں اہلِ علم وفضل کی آراء مختلف ہیں،امام غزالی اور ایک قلیل جماعت نے اس سے منع کیا ہے۔لیکن (امام غزالی اور ان کی ہم رائے قلیل جماعت کا) یہ قول جمہور علماء کے نزدیک ضعیف ہے،کیونکہ امام غزالی اور ان کی ہم خیال قلیل جماعت کے اس

www.idaraghufran.org

ضعیف قول کا مدار اس بات پر ہے کہ آدمی پر مذہب کا دلیل کے ساتھ قبول کرنا واجب ہے، اور جب یہ شرط اس کے دلائل سے ناواقف ہونے کی وجہ سے فوت ہوگئی، تو ہم اس کے امام کی افضلیت کے اعتقاد کو ہی اس دلیل کے قائم مقام بنادیں گے، لہٰذا اب اس کے لیے جائز نہیں ہوگا کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کرے، جیسا کسی دلیلِ شرعی کی مخالفت جائز نہیں۔ مگر امام غزالی اور ان کی ہم خیال قلیل جماعت کی یہ دلیل مردود ہے، کیونکہ تقلید صحیح ہونے کے لئے بالا جماع یہ ضروری نہیں کہ کوئی مقلد یہ اعتقاد رکھے کہ اس کا امام دوسرے تمام ائمۂ مجتہدین سے افضل ہے، کیونکہ یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ صحابہ اور تابعین یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اس امت میں حضرت ابوبکر اور اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہما سب سے افضل ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ بہت سے مسائل میں (ان کے قول کے برخلاف) دوسرے صحابہ کی اتباع کیا کرتے تھے، اور صحابہ وتابعین کے اس عمل پر کسی نے نکیر نہیں کی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ہم نے جو بات کہی (کہ صحتِ تقلید کے لیے اس مجتہد کے افضل ہونے کا عقیدہ رکھنا ضروری نہیں) اس پر اجماع ہوگیا۔ رہا اس مسئلہ میں امام کے قول کا افضل ہونا، تو مقلدِ محض کے لیے اس کی معرفت کی کوئی صورت نہیں، اس لیے یہ ممکن نہیں کہ اس کو تقلید کی شرط قرار دیا جائے، اگر اس شرط کو درست قرار دیا جائے، تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جمہور مقلدین کا تقلید کرنا ہی درست نہ ہو (کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ مقلدین میں اکثریت عوام، اور مقلدینِ محض کی ہی ہوا کرتی ہے)

اگر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ جو شخص جس امام کی پیروی کرتا ہے، وہ اس کی دوسرے اماموں پر افضلیت کا بھی قائل ہو، تو اس مسئلے میں یہ نظریہ خود ان کے خلاف پڑے گا، جو اس کے قائل ہیں، اور وہ اس طرح کے جب وہ کسی مسئلے میں اپنے امام کے مسلک کے خلاف کوئی حدیث پاتا ہے، یا کوئی قوی قیاس اس کے سامنے آتا ہے، تو وہ اس وقت اس مسئلے میں اپنے امام کے علاوہ دوسرے امام کی افضلیت کا قائل ہوتا ہے۔

اور اکثر اہلِ علم اس (یعنی متبحر فی المذہب کے لیے کسی مسئلہ میں اپنے امام کی رائے

www.idaraghufran.org

چھوڑ کر دوسرے امام، یا مجتہد کی تقلید) کے جواز کے قائل ہیں، جن میں آمدی اور ابن حاجب اور ابنِ ہمام اور نووی داخل ہیں، اور ان کے متبعین، مثلاً ابن حجر اور رملی اور حنابلہ اور مالکیہ کی جماعتیں، جن کے اسمائے گرامی بہت طویل ہیں، وہ بھی اسی کے قائل ہیں، اور مذاہبِ اربعہ کے متاخر مفتیوں کا اسی پر اتفاق منعقد ہو چکا ہے، اور اس کا انہوں نے اپنے متقدمین حضرات کے کلام سے استخراج کیا ہے، جن کے اس مسئلہ میں مستقل رسائل بھی موجود ہیں (عقدالجید)

علامہ ابنِ عابدین شامی ''ردُّالمحتار'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

المقلد ينجو بتقليد واحد منهم في الفروع ولا يجب عليه الترجيح ، ومثله في خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق للأستاذ عبد الغني النابلسي قدس الله سره (ردالمحتار، ج٦ ص ٤٢١، كتاب الحظر والإباحة،فصل في البيع،فرع يكره إعطاء سائل المسجد إلا إذا لم يتخط رقاب الناس)

ترجمہ: پس بے شک مقلد، فروع میں کسی بھی مجتہد کی تقلید کر لینے سے نجات پالیتا ہے، اور اس پر کسی مجتہد کی ترجیح واجب نہیں، اسی کے مثل استاذ عبدالغنی نابلسی قدس اللہ سرہٗ کی تالیف ''**خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق**'' میں ہے (ردالمحتار)

اور عبدالغنی نابلسی کے جس رسالہ کا علامہ شامی نے حوالہ ذکر کیا ہے، اس رسالہ میں ہی عبدالغنی نابلسی نے فرمایا:

والمجتهد المقيد في المذهب له أن يجتهد في أصول غير إمامه، لأنه في معنى المقلد الذي لا يلزمه التزام مذهب معين كما سبق، إذ هو ليس بمجتهد مطلق صاحب مذهب مستقل حتى يمتنع عليه ذلك (خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق ،ص ٥، مطلب: حكم التقليد بعد الفعل)

ترجمہ: ''**مجتهدِ مقيد في المذهب**'' کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے امام کے علاوہ، دوسرے کے اصول میں اجتہاد کرے، اس لیے کہ وہ اس مقلد کے درجے میں ہے، جس پر مذہبِ معین کا التزام واجب نہیں، جیسا کہ گزرا، کیونکہ وہ ایسا مجتہدِ مطلق نہیں، جس کا مستقل مذہب ہو کہ اس کے لیے اس کو ممنوع قرار دیا جائے (خلاصۃ التحقیق) (جاری ہے)

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ — مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت حزقیل علیہ السلام (تیسری وآخری قسط)

حضرت حزقیل کی قوم اور تبلیغی دعوت

حضرت حزقیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو توحید، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی اور گناہوں سے توبہ کی دعوت دی، لیکن ان کی قوم نے دنیا پرستی اور بغاوت میں شدت اختیار کر لی تھی، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شروع کر دی تھی، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو سزا دی گئی۔ [1]

حضرت حزقیل کی وفات

مورخین کے مطابق، حضرت حزقیل علیہ السلام کی بعثت کی مدت کا ذکر، تاریخی روایات میں نہیں ملتا کہ حضرت حزقیل نے کتنا عرصہ بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کی کوشش میں گزارا۔ [2]

یاقوت حموی کے مطابق حضرت حزقیل کی قبر بابل کی سرزمین ایک گاؤں ''برملاحہ'' میں معروف ہے، جو ''حلۃ دبیس بن مزید'' قریب واقع ہے، جہاں اور بھی انبیاء اور بزرگانِ دین مدفون ہیں۔ [3]

---

[1] تاریخی روایات کے مطابق، حضرت حزقیل کو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کی فتنہ انگیزی کے زمانے میں مبعوث فرمایا، جب بابل کے بادشاہ نے بنی اسرائیل کو قید کر لیا، تو حضرت حزقیل نے انہیں صبر، توبہ اور رجوع الی اللہ کی تلقین کی۔

[2] قال محمد بن إسحاق ولم يذكر لنا مدة لبث حزقيل فى بنى إسرائيل *ثم إن الله قبضه اليه *فلما قبض نسى بنو إسرائيل عهد الله اليهم وعظمت فيهم الأحداث وعبدوا الأوثان وكان فى جملة ما يعبدونه من الأصنام صنم يقال له بعل فبعث الله اليهم الياس بن ياسين بن فنحاص بن العيزار بن هارون ابن عمران(البداية والنهاية، ج ۲ ص ۴، باب ذكر جماعة من أنبياء بنى إسرائيل بعد موسى عليه السلام، قصة حزقيل)

[3] برملاحة: بالفتح، والحاء مهملة: موضع فى أرض بابل قرب حلة دبيس بن مزيد شرقى قرية يقال لها القسونات، بها قبر باروخ أستاذ حزقيل وقبر يوسف الربان وقبر يوشع، وليس يوشع بابن نون، وقبر عزرة، وليس عزرة بناقل التوراة الكاتب، والجميع يزوره اليهود، وفيها أيضا قبر حزقيل المعروف بذى الكفل يقصده اليهود من البلاد الشاسعة للزيارة(معجم البلدان للحموى، ج ۱ ص ۴۰۳، باب الباء والراء وما يليهما)

www.idaraghufran.org

حضرت حزقیل کے واقعہ سے حاصل ہونے والی بصیرت

حضرت حزقیل اور بنی اسرائیل سے متعلق قرآن وحدیث میں جو بصیرتیں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں، ان میں سے ایک اہم بصیرت یہ ہے کہ اگر فطرت سلیم اور طبع مستقیم ہو، تو انسان کی ہدایت اور بصیرت کے لیے ایک مرتبہ فکر وذہن کو حقائق کی جانب متوجہ کر دینا کافی ہے، پھر اس کی انسانیت خود بخود، سیدھے راستے پر گامزن ہوجاتی اور منزلِ مقصود کا پتہ لگا لیتی ہے، لیکن اگر خارجی اسباب کی بناء پر فطرت میں گمراہی اور طبیعت میں کج روی پیدا ہوچکی ہو، تو اس کو ہموار کرنے کے لیے، اگرچہ اللہ کی پکار اس کو بیدار کرتی ہے، مگر ہر مرتبہ کے بعد اس کی صلاحیتیں اور استعدادی قوتیں کمزور ہوجاتی ہیں، بلکہ اور زیادہ غفلت میں سرشار ہوکر رہ جاتی ہے، یہاں تک قوت واستعداد باطل ہوجاتی ہے، اور جب اس درجہ پر پہنچ جاتی ہے، جس کا ذکر قرآن مجید نے اس طرح کیا ہے کہ:

”خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ“ (سورة البقرة، رقم الآية ٧)

یعنی ”مہر لگادی ہے اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر (بھی) اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے“۔

تو پھر اس پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے، اور وہ ہمیشہ کے لیے اس کے غضب اور اس کی پھٹکار کا نشانہ بن جاتا، اور اس اعلان کا مستحق ٹھہرتا ہے:

”وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ“ (سورة البقرة، رقم الآية ٦١)

یعنی ”اور مسلط کردی گئی ان پر ذلت اور محتاجی اور وہ لوٹے اللہ کا غضب لے کر“

چنانچہ بنی اسرائیل کی سرکشی اور اللہ کے فرامین کے مقابلہ میں مسلسل بغاوت نے ان کی کج روی کو اس دوسری راہ پر ڈال دیا تھا، اور حضرت حزقیل کے دور میں بھی وہ اسی راہِ بد کی تکمیل میں مصروف تھے، مگر ان میں سے ایک چھوٹی سی جماعت، پیغمبروں کی رشد وہدایت کے سامنے ہمیشہ سر جھکاتی رہی، اور لغزشوں اور خطا کاریوں کے باوجود، اس نے سیدھے راستے کو گرتے پڑتے حاصل کر ہی لیا۔ (کذا فی قصص القرآن للسیوہاروی، ج۱)

www.idaraghufran.org

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

سینہ اور اس کے متعلقہ امراض

سینہ انسانی جسم کا نہایت اہم حصہ ہے، سینہ کے اندر پھیپھڑے، دل، ہوا کی نالیاں(Bronchi) اعصاب اور خون کی بڑی نالیاں موجود ہوتی ہیں۔

سانس لینا، آکسیجن کی فراہمی اور جسم سے فاسد گیسوں کا اخراج اسی نظام کے ذریعے ہوتا ہے، جب سینے کے اعضا متاثر ہوں تو مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، لہٰذا سینہ کو بیماریوں سے محفوظ رکھنے کی بہت اہمیت ہے۔

سینے کے امراض، اور کھانسی کا سینہ کے امراض سے تعلق

سینہ کی مختلف بیماریاں ہیں، اور ہر بیماری کے الگ الگ نام ہیں، البتہ سینہ کی اکثر بیماریوں میں کھانسی ایک علامت بن کر ظاہر ہوتی ہے۔

کھانسی دراصل جسم کا دفاعی عمل ہے، قدرت نے انسانی جسم کے فطری اور خودکار نظام کے تحت کھانسی کو سینے میں موجود بلغم، یا سینہ میں موجود جراثیم یا سینہ میں موجود غیر ضروری مادہ کو جسم سے باہر نکالنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ لہٰذا ہر کھانسی کو بیماری نہیں سمجھنا چاہئے، البتہ لمبی، شدید یا خون والی کھانسی بلاشبہ سینے کے اعضاء کے بیمار ہونے کی نشاندہی کرتی ہے، ذیل میں سینہ کی مختلف ناموں والی بیماریوں کا الگ الگ تعارف درج ہے۔

سینہ کی سوزش (Chest Infection)

سینہ میں موجود سانس اور ہوا کی نالیوں یا پھیپھڑوں میں سوزش (Inflammation) کا پیدا ہوجانا، یعنی سینہ کا انفیکشن (Chest Infection) ہوجانا۔

اس کے نتیجے میں بعض اوقات کھانسی پیدا ہوجاتی ہے، یا بلغم کی زیادتی اور سانس لینے مشکل اور دشواری پیدا ہوسکتی ہے۔

www.idaraghufran.org

نمونیا (Pneumonia)

نمونیا بھی بنیادی طور پر سینے کے امراض میں سے ہے، اگر سینے کی سوزش (Chest Infection) کا مناسب اور درست علاج نہ کیا جائے، تو یہی سوزش بعض اوقات نمونیا کی شکل اختیار کر لیتی ہے، نمونیا کو عربی میں ذات الریہ کی بیماری کہتے ہیں، یعنی پھیپڑوں کی بیماری۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سینہ اور بالخصوص پھیپھڑوں کے امراض میں سے نمونیا بھی ہے، اور نمونیا کی بیماری بعض اوقات جان لیوا بھی ثابت ہوجاتی ہے، لہٰذا سینہ کی بیماریوں سے حفاظت بہت ضروری ہے۔

دمہ (Asthma)

دمہ (Asthma) بھی ایک لمبے عرصے والی دائمی (Chronic) بیماری ہے، دمہ اس بیماری کو کہتے ہیں، جس میں پھیپھڑوں کی ہوا کی نالیاں حساس ہوجاتی ہیں، اور موسمی یا غذائی معمولی اثرات سے بھی سانس کی نالیاں تنگ ہوجاتی ہیں، جس کے نتیجہ میں ہوا کا راستہ محدود ہوجاتا ہے، مریض کا سانس پھولتا ہے، اور مریض کو سانس لینے اور سانس خارج کرنے میں دشواری ہوتی ہے، سینہ میں جکڑن محسوس ہوتی ہے، اور کھانسی آتی ہے۔

دمہ کی ایک عام علامت یہ ہے کہ مریض کے سانس لیتے وقت سیٹی جیسی آواز آنا، صبح یا رات کے وقت لگاتار کھانسی اٹھنا، سینے میں بھاری پن، سانس جلدی چڑھ جانا۔

تپِ دق یعنی ٹی بی (TB)

تپِ دق یعنی ٹی بی (TB) بھی سینہ کے امراض میں سے ہے، یہ ایک خطرناک اور متعدی مرض ہے، ٹی بی کے مرض کے دو بنیادی اسباب ہیں، ایک پھیپھڑوں کی کمزوری، مزاج کی خرابی، بلغم کا گاڑھا پن یعنی بلغم کی غلظت، قوتِ مدافعت کی کمی، ہوا کی نالیوں کی کمزوری یا ہوا کی نالیوں کی ابتدائی سوزش کا ہونا، سینے کی ان کمزوریوں کے نتیجے میں ٹی بی کے دوسرے سبب یعنی ٹی بی کی بیماری کے جراثیم کو پھلنے، پھولنے اور بڑھنے کا سازگار ماحول میسر آنا۔

﴿بقیہ صفحہ ۵۹ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

- ......14 / جمادی الاخریٰ بروز ہفتہ، بعد نمازِ عشاء، مفتی صاحب مدیر کا مولانا محمود صادق صاحب کی دعوت پر، جامعہ الیاسیہ، گوجرانوالہ میں اصلاحی خطاب ہوا۔
- ......17 / جمادی الاخریٰ بروز منگل طالبِ علم رضوان بن ظہیر اور ابوبکر بن عبدالحکیم کے تکمیلِ حفظِ قرآن کے موقع پر دعائیہ تقریب ہوئی۔
- ......تعمیرِ پاکستان سکول میں 28 / جمادی الاخریٰ (20 / دسمبر) بروز ہفتہ کو طلبہ کو سردیوں کی تعطیلات کا کام فراہم کرنے کے ساتھ، تعطیلات کا آغاز ہوا۔

❁بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۸ ''سینہ اور اس کے متعلقہ امراض''❁

ٹی بی کی علامات میں، بلغم میں خون آنا، اور وزن میں نمایاں کمی کا ہونا ہے۔

پھیپھڑوں کا کینسر (Lung Cancer)

پھیپھڑوں کا کینسر اکثر پرانی کھانسی اور خون آنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، پھیپھڑوں کا کینسر ایک سنگین مگر قابلِ تشخیص و قابلِ علاج مرض ہے، خاص طور پر اگر ابتدا میں پکڑا جائے، پھیپھڑوں کے کینسر کا سب سے بڑا سبب سگریٹ نوشی ہے، البتہ سگریٹ نوشی کے علاوہ بھی پھیپھڑوں کے کینسر کے دیگر اسباب ہیں۔

پھیپھڑوں کے کینسر کی ابتدائی علامات میں پرانی کھانسی، یا کھانسی کی نوعیت میں تبدیلی، کھانسی میں خون آنا، سانس پھولنا، سینے میں درد، وزن میں نمایاں کمی، بھوک نہ لگنا، بار بار سینے کے انفیکشن یعنی سینے کی سوزش (Chest Infection) کا ہونا ہے۔

پھیپھڑوں کے کینسر سے احتیاط و بچاؤ میں سگریٹ نوشی سے پرہیز، اور دھوئیں خاص طور پر کیمیکلز کے دھوؤں سے بچنا، اور صاف ہوا میں سانس لینا، اور پرانی کھانسی اور ٹی بی یا پھیپھڑوں کی پرانی بیماریوں سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنا ہے۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا ہے کہ انسانی صحت کو قائم اور برقرار رکھنے میں سینہ کی بیماریوں سے حفاظت بہت ضروری ہے۔

www.idaraghufran.org